جذباتِ میرؔ

یعنی

منتخب کلام خدائے سخن حضرت میر تقی میرؔ

جسکو

مولوی فضل اللہ صاحب اُناوی نے مرتب کرکے

مانی پریس محلہ گائگھاٹ شہر بنارس مین چھپوایا

۱۹۲۵ء

ب ملنے کا پتہ - محمد عبد السلام متصل مسجد جلو خانہ غیوالہ شہر بنارس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تھا مستعار حسن سے اوسکے جو نور تھا / خورشید مین بھی اوس ہی کا ذرہ ظہور تھا

پہونچا جو آپ کو تو مین پہونچا خدا کی تئین / معلوم اب ہوا کہ بہت مین بھی دور تھا

ہم خاک مین ملے تو ملے لیکن اے فلک / اوس شوخ کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

کل پاؤن ایک کاسۂ سر پر جو آگیا / یکسر وہ استخوان شکستون سے چور تھا

ق

مینے کہا کہ دیکھکے چل راہ بے خبر / مین بھی کبھو کسو کا سر پر غرور تھا

تھا وہ تو رشک حور بہشتی ہمین مین میر / سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنی قصور تھا

کہا مین نے کتنا ہے گل کا ثبات / کلی نے یہ سنکر تبسم کیا

کسو وقت پاتے نہین گھر اوسے / بہت میر نے آپ کو گم کیا

اولٹی ہوگئین سب تدبیرین کچھ نہ دوا نے کام کیا / دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

عہد جوانی رو رو کاٹا پیری مین لین آنکھین موند / یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

حرف نہین جان بخشی مین اوسکی خوبی اپنی قسمت کی / ہمسے جو پہلے کہہ بھیجا سو مرنے کا پیغام کیا

ناحق ہم مجبورون پر یہ تہمت ہے مختاری کی / چاہتے ہین سو آپ کرین ہین ہمکو عبث بدنام کیا

کسکا کعبہ کیسا قبلہ کون حرم ہے کیا احرام / کوچے کے اوسکے باشندون نے سب کو یہین سے سلام کیا

کاش اب برقع منہ سے اوٹھا دے ورنہ پھر کیا حاصل ہے / آنکھ مندے پر اون نے گر دیدار کو اپنی عام کیا

یان کے سفید و سیہ مین ہمکو دخل جو ہی سو اتنا ہے / رات کو رو رو صبح کیا یا دنکو جون تون شام کیا

ساعد سیمین دونون اوسکے ہاتھ مین لاکر چھوڑ دیے / بھولے اوسکے قول و قسم پر ہای خیال خام کیا

کام ہوے ہین سارے ضایع ہر ساعت کی سماجت سے / استغنا کی چوگنی اون نے جون جون مین ابرام کیا

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو اون نے تو / قشقہ کھینچا دیر مین بیٹھا کبکا ترک اسلام کیا

جو اسے قاصد وہ پوچھے میر بھی ایدھر کو چلتا تھا
تو کہیو جب چلا ہون مین تو اوس کا دم نکلتا تھا
سمان افسوس بیتابی سے تھا کل قتل مین میری
تڑپتا تھا ادھر مین یا نہ اودھر ہاتھ ملتا تھا

جو یہ دل ہے تو کیا سرانجام ہوگا
تہ خاک بھی خاک آرام ہوگا
مزاجی تو آنکھون مین آیا یہ شنکر
کہ دیدار بھی ایک دن عام ہوگا
نہ نکلا کر اتنا بھی بے پردہ گھر سے
بہت اسمین ظالم تو بدنام ہوگا

یان نام یار کس سکے ورد زبان نہ پایا
پر مطلقاً کہین ہم اس کا نشان نہ پایا
پایا نہ یون کہ کرتے اسکی طرف اشارہ
یون تو جہان مین ہم نے اسکو کہان نہ پایا

غم رہا جب تک کہ دم مین دم رہا
دل کے جانے کا نہایت غم رہا
میرے رونے کی حقیقت جسمین تھی
ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا
سنتے ہین لیلی نکے خیمہ کو سیاہ
اوسمین مجنون کا مگر ماتم رہا
صبح گذری شام ہونے آئی میر
تو نہ چیتا اور بہت دن کم رہا

چمن مین گل نے جو کل دعوئے جمال کیا
جمال یار نے منہ اس کا خوب لال کیا
فلک نے آہ تری رہ مین ہم کو پیدا کر
برنگ سبزۂ نورستہ پائمال کیا
بہار رفتہ پھر آئی ترے تماشے کو
چمن کو یمن قدم نے ترے نہال کیا
لگا نہ دل کو کہین کیا سنا نہین تو نے
جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

یار عجب طرح نگہ کر گیا
دیکھنا وہ دل مین جگھ کر گیا
وصف خط و خال مین خوبان کے میر
نامۂ اعمال سیہ کر گیا

وہ اک روش سے کھولے ہوی بال ہو گیا
سنبل چمن کا مفت مین پامال ہو گیا
دیکھا ادھر پڑ گیا جو ہمین اسکے عشق مین
دل سا عزیز جان کا جنجال ہو گیا
قامت خمیدہ رنگ شکستہ بدن نزار
تیرا تو میر غم مین عجب حال ہو گیا

کل چمن مین گل و سمن دیکھا
آج دیکھا تو باغ بن دیکھا
حسرت اسکی جگھ تھی خوابیدہ
میر کا کھول کر کفن دیکھا

کفر کچھ چاہیئے اسلام کی رونق کے لئے
حسن زنار ہے تسبیح سلیمانی کا
کھیل لڑکون کا سمجھتے تھے محبت کے تئین
ہے بڑا حیف ہمین اپنی بھی نادانی کا

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف
اے کشتۂ ستم تری غیرت کو کیا ہوا
تھی صعب عاشقی کی بدایت ہی میر پر
کیا جانیے کہ حال نہایت کو کیا ہوا

دیکھے گا جو تجھ رو کو سو حیران رہے گا
وابستہ تری مو کا پریشان رہے گا
وعدہ تو کیا اس نے دم صبح کا لیکن
اس دم کے تئین مجھ مین اگر جان رہے گا
منعم نے بنا ظلم کی رکھ گھر تو بنایا
پر آپ کوئی رات ہی مہمان رہے گا
دل دینے کی ایسی حرکت ان نے نہین کی
جب تک جیئے گا میر پشیمان رہے گا

تا گور کے اوپر وہ گل اندام نہ آیا
ہم خاک کے آسودون کو آرام نہ آیا
بیہوش مے عشق ہون کیا میرا بھروسا
آیا جو بخود صبح کو تو شام نہ آیا
کس دل سے ترا تیر نگہ پار نہ گزرا
کس جان کو یہ مرگ کا پیغام نہ آیا
اب کی جو ترے کوچے سے جاؤنگا تو سنیو
پھر جیتے جی اس راہ وہ بدنام نہ آیا
نے خون ہو آنکھون سے بہا ٹک نہ ہوا داغ
اپنا تو یہ دل میر کسو کام نہ آیا

جس سر کو غرور آج ہے یان تاجوری کا
کل اوس پہ یہین شور ہے پھر نوحہ گری کا
آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ مین یان ہر سفری کا
اپنی تو جہان آنکھ لڑی پھر وہین دیکھو
آئینہ کو لپکا ہے پریشان نظری کا
لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا
ٹک میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے
کیا یار بھروسہ ہے چراغ سحری کا

بیتاب جی کو دیکھا دل کو کباب دیکھا
جیتے رہے تھے کیون ہم جو یہ عذاب دیکھا
پودھا ستم کا جن نے اس باغ مین لگایا
اپنے کیئے کا ان نے ثمرہ شتاب دیکھا
آباد جس مین تجھکو دیکھا تھا ایک مدت
اس دل کی مملکت کو اب ہم خراب دیکھا
لیتے ہی نام اوسکا سوتے سے چونک اٹھے
ہے خیر میر صاحب کچھ تم نے خواب دیکھا

دل بہم پہونچا بدن مین تب سے سارا تن جلا
آ پڑی یہ ایسی چنگاری کہ پیراہن جلا

کب تلک دھونی لگائے جوگیون کی سی ہون
بیٹھے بیٹھے در پہ تیرے تو مرا آسن جلا

سو کھنچتے ہی آنسوؤن کے نور آنکھون کا گیا
بجھ ہی جاتے ہین دیئے جس وقت سب روغن جلا

جب جنون سے ہمین توسل تھا
اپنی زنجیر پا ہی کا غل تھا

اون نے پہچان کر ہمین مارا
ہنس نہ کرنا ادھر تجاہل تھا

جا پھنسا دام زلف مین آخر
دل نہایت ہی بے تامل تھا

ہم سرکشی سے مدتون مسجد سے بچ بچ کر چلے
اب مسجدہی مین گزرے ہے قد جیسے ہوا محراب سا

رکھا ہاتھ دل پر میر کی دریافت کر کیا حال ہے
رہتا ہے اکثر یہ جوان کچھ ان دنون بیتاب سا

اس فریبندہ کو نہ سمجھے آہ
ہم نے جانا کہ ہم سے یار ہوا

مر چلے بیقرار ہو کر ہم
اب تو تیر سے تئین قرار ہوا

وہ جو خنجر بکف نظر آیا
میر سو جان سے نثار ہوا

مر رہتے جو گل بن تو سارا یہ خلل جاتا
نکلا ہی نہ جی ورنہ کانٹا سا نکل جاتا

اس سیم بدن کو تھی کب تاب و تعب اتنی
وہ چاندنی مین شب کی ہوتا تو پگھل جاتا

مارا گیا تب گزرا بوسے سے تری لب کے
کیا میر بھی لڑکا تھا باتون مین بہل جاتا

شکوہ کرون مین کب تک اس اپنے مہربان کا
القصہ رفتہ رفتہ دشمن ہوا ہے جان کا

دی آگ رنگ گل نے وان اے صبا چمن کو
یان ہم جلے قفس مین سن حال آشیان کا

کم فرصتی جہان کے مجمع کی کچھ نہ پوچھو
احوال کیا کہون مین اس مجلس رواں کا

بارو سے یار رولایا اپنی تو یون ہی گزری
کیا ذکر ہم صفیران یاران شادمان کا

پوچھو تو میر سے کیا کوئی نظر پڑا ہے
چہرہ اتر رہا ہے کچھ آج اس جوان کا

یہ توہم کا کارخانہ ہے
یان وہی ہے جو اعتبار کیا

سخت کافر تھا جن نے پہلے میر
مذہب عشق اختیار کیا

ہمارے آگے ترا جب کسو نے نام لیا
دل ستم زدہ کو ہمنے تھام تھام لیا

خراب رہتے تھے مسجد کے آگے میخانے
نگاہ مست نے ساقی کی انتقام لیا

مرے سلیقے سے میری نبھی محبت مین
تمام عمر میں ناکامیوں سے کام لیا

گل کو محبوب ہم قیاس کیا
فرق نکلا بہت جو باس کیا

عشق مین ہم ہوے نہ دیوانے
قیس کی آبرو کا پاس کیا

صبح تک شمع سر کو دھنتی رہی
کیا پتنگے نے التماس کیا

ایسے وحشی کہان ہین ای خوبان
میر کو تم عبث اداس کیا

کیا طرح ہے آشنا گاہے گہے نا آشنا
یا تو بیگانہ ہی رہیئے ہوجیئے یا آشنا

پائمال صد جفا ناحق نہوا اے عندلیب
سبزۂ بیگانہ بھی تھا اس چمن کا آشنا

کون سے یہ بحر خوبی کی پریشان زلف ہے
آتی ہے آنکھون مین میری موج دریا آشنا

جسکی مین چاہی وساطت ان نے یہ مجھ سے کہا
ہم تو کہتے گر میان ہم سے وہ ہوتا آشنا

داغ ہے تابان علیہ الرحمان کا چھاتی پہ میر
ہو نجات اسکی بچارا ہم سے بھی تھا آشنا

آشنا نہ تجھ سے ملتے دل کو نہ کھوکے رہتے
جیسا کیا تھا ہم نے ویسا ہی یار پایا

شہر دل ایک مدت اجڑا بسا غمون مین
آخر اجاڑ دینا اوس کا قرار پایا

آہون کے شعلے جس جا اٹھتے تھے میر سے شب
وان جا کے صبح دیکھا مشت غبار پایا

نامرادی کی رسم میر سے ہے
طور یہ اس جوان سے نکلا ؛

پوجے سے اور پتھر ہوتے ہین یہ صنم تو
اب کس طرح اطاعت انکی کرون خدایا

تاچرخ نالہ پہونچا لیکن اثر نہ دیکھا
کرنے سے اب دعا کے مین ہاتھ ہی اٹھالیا

آخر کو مر گئے ہین اسکی ہی جستجو مین
جی کے تئین بھی کھویا لیکن اسے نہ پایا

ہم خستہ دل بھی تجھ سے ہین نازک مزاج تر
تیوری چڑھائی تو نے کہ یان دم نکل گیا

علاج کرتے ہین سوداۓ عشق کا میرے
خلل بذیر ہوا ہے دماغ یارون کا

کیا کہون کیسا ستم غفلت سے مجھپر ہو گیا
قافلہ جاتا رہا مین صبح ہوتے سو گیا
مدعا جو ہے سو وہ پایا نہین جاتا کہین
ایک عالم جستجو مین جی کو اپنے کھو گیا

اے تو کہ یان سے عاقبت کار جائیگا
غافل نرہ کہ قافلہ اکبار جائیگا
چھوٹا جو مین قفس سے تو سب نے مجھے کہا
بیچارہ کیونکہ تا سر دیوار جائیگا
آنے مین اسکا حال ہوا جائے ہی بغیر
کیا حال ہو گا پاس سے جب یار جائیگا
کوچے مین اسکے رہنے سے باز آؤ گر نہ میر
اکدن تجھے وہ جان سے بھی مار جائیگا

مت رنجہ کر کسو کو کہ اپنے تو اعتقاد
دل ڈھائے کے تو نے کعبہ بنایا تو کیا ہوا
کیا کیا دعائین مانگی ہین خلوت مین شیخ نے
ظاہر جہان سے ہاتھ اٹھایا تو کیا ہوا
جلتے تو میر ان نے مجھے داغ ہی رکھا
پھر گور پر چراغ جلایا تو کیا ہوا

ظالم زمین سے لوٹتا دامن اٹھا کے چل
ہو گا کمین مین ہاتھ کسو دادخواہ کا

گلی مین اسکی پھٹے کپڑون پر مرے مت جا
لباس فقر ہے یان فخر بادشاہون کا
حساب کا ہے کا روز شمار مین مجھ سے
شمار ہی نہین کچھ ہے مرے گناہون کا
نرمی جو آنکھین ہین تلوار کے تلے بھی ادھر
فریب خوردہ ہے تو میر کن نگاہون کا

دل سے شوق رخ نکو نہ گیا
جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا
ہر قدم پر تھی اسکی منزل لیک
سر سے سوداۓ جستجو نہ گیا
دل مین کتنے مسودے تھے ولے
ایک پیش اسکے روبرو نہ گیا
سب گئے ہوش و صبر و تاب و توان
لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا

مہر کی تجھ سے تمنا تھی ستمگر نکلا
موم سمجھے تھے ترے دل کو سو پتھر نکلا
ہم نے جانا تھا لکھیگا تو کوئی حرف اے میر
پر ترا نامہ تو اک شوق کا دفتر نکلا

یاد اوسکی اتنی خوب نہین میر باز آ
نادان پھر وہ جی سے بھلایا نہ جائیگا

اتنی گزری جو ترے ہجر مین سو اسکے سبب
یہی زلفون کی تری بات تھی یا کاکل کی

صبر مرحوم عجب مونس تنہائی تھا
میر کو خوب کیا سیر تو سودائی تھا

دل نہ دماغ ہے اب کس کو زندگانی کا
ہزار جان سے قربان بے پری کا ہون
نمود کرکے وہین بحر غم مین بیٹھ گیا

جو کوئی دم ہے تو افسوس ہے جوانی کا
خیال بھی کبھو گزرا نہ پر فشانی کا
کہے تو میر بھی اک مبتلا تھا پانی کا

شراب عیش میسر ہوئی جسے اک شب
بتان کے عشق نے بے اختیار کر ڈالا
گلی مین اسکی گیا سو گیا نہ پھر بولا

پھر اسکو روز قیامت تلک خمار رہا
وہ دل کہ جس کا خدائی مین اختیار رہا
مین میر میر کر اوسکو بہت پکار رہا

کیا اون نے نشہ مین مجکو مارا
اتنا بھی تو بے خبر نہو گا

گل کھلے صد رنگ تو کیا بے پری سے اے نسیم
کچھ نہ دیکھا پھر بجز یک شعلۂ پر پیچ و تاب

مدتین گزرین کہ وہ گلزار کا جانا گیا
شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پروانا گیا

گیا تھا ریختہ پردہ سخن کا
سو ٹھہرا ہے یہی اب فن ہمارا

مرا سر نزع مین زانو پہ رکھکر یون لگا کہنے
نہو کیون ریختہ بے شورش و کیفیت و معنی

کہ اے بیمار میر سے تجھ پہ جلد آسان ہو مرجانا
گیا ہو میر دیوانہ رہا سودا سو مستانا

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
قافلے مین صبح کے اک شور ہے
سبز ہوتی ہی نہین یہ سرزمین
غیرت یوسف ہے یہ وقت عزیز

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا
یعنی غافل ہم چلے سوتا ہے کیا
تخم خواہش دل مین تو بوتا ہے کیا
میر اسکو رائیگان کھوتا ہے کیا

یہ نقش گر نہین ہے یان رنگ اور کچھ ہے
وے پہلی ملاقاتین سادہ سی فریب رنگین

ہر گل ہے اس چمن مین ساغر بھرا لہو کا
دیتا نہ تھا دل اوسکو مین میر آہ جو کا

ایسے بت بے مہر سے ملتا بھی ہے کوئی
دل میر کا بھاری تھا سو پتھر سے لگایا

دل سے رخصت ہوئی کوئی خواہش
دور بیٹھا غبار میر اس سے

گریہ کچھ بے سبب نہین آتا
عشق بن یہ ادب نہین آتا

جہان کو فتنے سے خالی کبھو نہین پایا
ہمارے عہد مین تو آفت زمانہ ہوا

کھلا فتنے مین جو پگڑی کا پیچ اسکی میر
سمند ناز پہ اک اور تازیانہ ہوا

بار ہا گور دل جھکا لایا
اب کی شرط وفا بجا لایا

قدر رکھتی نہ تھی متاع دل
سارے عالم مین مین دکھا لایا

دل کہ یک قطرہ خون نہین ہے بیش
ایک عالم کے سر بلا لایا

ابتدا ہی مین مر گئے سب یار
عشق کی کون انتہا لایا

اب تو جاتے ہین بتکدے سے میر
پھر ملین گے اگر خدا لایا

آئے اگر بہار تو اب ہم کو کیا صبا
ہم سے تو آشیان بھی گیا اور چمن گیا

اسپہ تکیہ کیا تو تھا لیکن
خوش رہا جب تلک رہا جیتا

رات دن ہم تھے اور بستر تھا
میر معلوم ہے قلندر تھا

یان بلبل اور گل پہ تو عبرت سے آنکھ کھول
گلگشت سرسری نہین اس گلستان کا

گل یادگار چہرہ خوبان ہے بے خبر
مرغ چمن نشان ہے کسو خوش بیان کا

جو تو میر اس طرح سوتا رہے گا
مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح
مین وہ رونے والا جہان سے چلا ہون
بس اے میر مژگان سے پونچھ آنسوؤ کو

تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا
تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہیگا
جسے ابر ہر سال روتا رہیگا
تو کب تک یہ موتی پروتا رہیگا

دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا
اب جس جگہ کہ داغ ہے یان پہلے درد تھا

گزری مدام اوسکی جوانان مست مین
پیر مغان بھی طرفہ کوئی پیر مرد تھا

عاشق ہین ہم تو میر کے بھی ضبط عشق کے
دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

کرتا ہون اللہ اللہ درویش ہون سدا کا
ابر اور جوش گل ہے چل خانقہ سے صوفی
یہ دو ہی صورتین ہین یا منعکس ہے عالم

سرمایۂ توکل یان نام ہے خدا کا
ہے لطف میکدی مین وہ چند اس ہوا کا
یا عالم آئینہ ہے اس یار خودنما کا

کیونکر بسر کرے غم و غصہ مین ہجر کے
واعظ کہے سو سچ ہے دلے میفروش سے
عالم کسو حکیم کا باندھا طلسم سے ہے

خوگر جو ہو کسو کے کوئی التفات کا
ہم ذکر بھی سنا نہین صوم و صلوٰت کا
کچھ ہو تو اعتبار بھی ہو کائنات کا

ہمین شوق نے جا بجا کھو دیا
حقیقت نہ میر اپنی سمجھی گئی

غلام ہون سے اسکے توسل کیا
شب و روز ہم نے تامل کیا

چھاتی پہ سانپ سا پھر جاتا ہی یاد مین اسکے بالون کے
بات کہے تلوار نکالے آنکھ لڑاوے جی مارے

جی مین پھر آوی ہے لیکن رہتا ہون من مار اپنا
کیونکہ جتا دے اس سے کوئی ربط محبت پیار اپنا

جان اپنا جو ہم نے مارا تھا
کون لیتا تھا نام مجنون کا
ہم تو سمجھے مجو دوستی اسکے
لطف سے پوچھتا تھا ہر کوئی
عشقبازی مین کیا موے ہین میر

کچھ ہمارا اسی مین وارا تھا
جبکہ عہد جنون ہمارا تھا
گو کہ دشمن جہان سارا تھا
جب تلک لطف کچھ تمہارا تھا
آگے ہی جی انھون نے مارا تھا

آنکھیں مری کھلتین تو اس چہرہ ہی پہ پڑتین
کیا ہوتا ادیکا یکسا وہ سر پر مرے آجاتا

گردن کشی سے اپنی مارے گئے ہم آخر
غم قرب و بعد کا تھا جب تک ہم نے جانا
ای وائے ہم نہ سمجھے ماری پڑینگے اسمین
مرتا تھا جسکی خاطر اسکی طرف نہ دیکھا

عاشق اگر ہوے تھے ناز و غرور کیا تھا
اب مرتبہ جو سمجھے وہ اتنا دور کیا تھا
اظہار عشق کرنا ہم کو ضرور کیا تھا
میر ستم رسیدہ ظالم غیور کیا تھا

خوب کیا جو اہل کرم کی جود کا کچھ نہ خیال کیا
ہم جو فقیر ہوے تو پہلے ہم نے ترک سوال کیا

مکے گیا مدینہ گیا کربلا گیا
دیکھا ہو کچھ اس آمد و شد مین تو مین کہو کن
وہ مجھ سے بھاگتا ہی پھرا کبر و ناز سے

چلے ہین ہونڈھے پھٹی ہی کہنی جیسی آچوٹی بھی پھرا
وہی ہے رونا وہی ہے کڑھنا وہی ہے شور جوانی کی

ہم کو سے معان مین جیسے ماہ رمضان آیا
رسم اٹھ گئی دنیا سے اکبار محبت کی
خلوت سے رہا کرتی مجلس مین تو یون اسکی

عہد کے جاؤن ہون ابکی آخر مجکو غیرت ہے

اگرچہ جہان مین لے سب جہان مارا
قیامت کو جرمانہ شاعری مین
قیامت کا عرصہ ہے اے میر درہم

چاہت کا اظہار کیا سو اپنا کام خراب ہوا
ساری ساری راتین جاگے عجز و نیاز و زاری کی

رسوائے شہر ہو گیا ان حرف و سخن ہمارا

دور بہت بھاگو ہو ہم سیکھے طریق غزالون کا
سرد سب جو لالہ و گل نسرین و سمن ہین شگوفہ ہے

بات کہتے جی کا جانا ہو گیا
جا ہے بودن تو نہ تھی دنیا سے دون
رفتہ رفتہ اس پری کے عشق مین

عشق ہمارے خیال پڑا ہے خواب گیا آرام گیا
اے جوانی کیا کیا تجھے شور سر و نمین رکھتے تھے

جیسا گیا تھا ویسا ہی چل پھر کے آگیا
خود گم ہوا ہون بات کی تہ کو جو پا گیا
جون جون نیاز کرکے مین اس سے لگا گیا

قیامت اسکی نگپ گوشی ہمارا جی تو تنگ آیا
بڑھاپا آیا ہے عشق ہی مین پہ میر تمکو نہ ڈھنگ آیا

صد شکر کہ مستی مین جانا نہ کہان آیا
کیا لوگ زمین پر ہین کیسا آسمان آیا
ہوتا ہے جہان اکجا مین میر جہان آیا

تو بھی منانے آویگا تو ساتھ نہ تیرے جاؤنگا

وے اسکی نایابی نے جان مارا
مرے سر سے میرا ہی دیوان مارا
مری شور و زاری نے میدان مارا

اس پردے کے اٹھ جانے سے اسکو ہمسے حجاب ہوا
تب جاکر ملنے کا اوسکے صبح کے ہوتے جواب ہوا

کیا خاک مین ملا ہے افسوس فن ہمارا

وحشت کرنا شیوہ ہے کیا اچھی آنکھون والونکا
دیکھو جدھر اک باغ لگا ہے اپنے رنگین خیالون کا

مرنا عاشق کا بہانا ہو گیا
اتفاقاً اپنا آنا ہو گیا
میر سا دانا دوانا ہو گیا

جی کا جانا ٹھہر رہا ہے صبح گیا یا شام گیا
اب کیا ہے وہ عہد گیا وہ موسم وہ ہنگام گیا

پاتے ہین اپنے حال مین مجبور سب کو ہم
آخر زمانہ سازی سے کھویا نہ دفتر میر

کہنے کو اختیار ہے پر اختیار کیا
بے اختیار تم نے کیا روزگار کیا

جانا اس آرام گہ سے ہے یقینہ بس بہی
پھول نرگس کا لئے ہے جو یک کھڑا تھا راہ مین

جیسے سوتے سوتے ایدھر سے اودھر پہلو کیا
کسکی چشم پر فسون نے میر پر جادو کیا

ایک ڈھیری راکھ کی تھی صبح جائے میر پر
برسون سے جلتا تھا شاید رات جل کر رہ گیا

شب میکدے سے وارد مسجد ہوا تھا مین
دل جس سے ایکبار نہ پھر تو ہوا دوچار

پر شکر ہے کہ صبح تلک بے خبر رہا
رک رک کے وہ ستمزدہ ناچار مر رہا

طریق خوب ہے آپسمین آشنائی کا
یہین ہے دیر و حرم اب تو یہ حقیقت ہے

نہ پلٹیں آوے اگر مرحلہ جدائی کا
دماغ کسکو ہے ہر در کی جبہہ سائی کا

اب بھی دماغ رفتہ ہمارا ہے عرش پر
تقصیر جان دینے مین ہم نے کبھو نہ کی

گو آسمان نے خاک مین ہم کو ملا دیا
جب تیغ وہ بلند ہوئی سر جھکا دیا

کیا کہین کچھ کہا نہین جاتا

ہا سے چپ بھی رہا نہین جاتا

آنسو مری آنکھون مین ہر دم جو نہ آجاتا
اچھلے ہے حجاب اوسکا ہم شوق کے مارونسے
کہتے تو ہین یون کہتے یون کہتے جو وہ آتا

تو کام مرا اچھا پردے مین چلا جاتا
بے پردہ جو وہ ہوتا تو کس سے رہا جاتا
یہ کہنے کی باتین ہین کچھ بھی نہ کہا جاتا

نہین رہتے عاقل علاقے بغیر

کہین میر دل کو دوا نے لگا

آتے ہی آتے تیرے یہ نا کام ہو چکا
یا خط چلے ہی آتے تھے یا حرف ہی نہین

وان کام ہی رہا تجھے یان کام ہو چکا
شاید کہ سادگی کا وہ ہنگام ہو چکا

میر گئے ہوش سگے ہین ہم عاشق

فصل گل جب تلک تھی مست رہا

کبھی تو دیر مین ہون مین کبھی ہون کعبے مین
بتا کے کعبے کا رستہ اسے بھلاؤن راہ

کہان کہان لئے پھرتا ہے شوق اس دل کا
نشان جو پوچھے کوئی مجھ سے یار کے گھر کا

ان دلبرون سے رابطہ کرنا ہی کام کیا
شکر خدا کہ سر نہ فرو لاے ہم کہین
کی اک نگاہ گرم جہان ان سے ملگئے

کیا کام کیا ہم نے دل یون نہ لگانا تھا
کیونکر گلی سے اوسکی مین اٹھ کے چلا جاتا
کیا صورتین بگڑی ہین مشتاقون کی ہجرانمین
ہر آن تھی سرگوشی یا بات نہین گا ہے
یا مانی عزیزون کی رکھنی تھی نظر مین ٹک
کہتا تھا کسو سے کچھ تکتا تھا کسی کا منہ

اسکو منظور نہ تھی ہم سے محبت کرنی
بعد دشنام تھی بوسے کی توقع بھی دلے

بیگانہ جان اون نے کیا جھوٹ رات کو کی
پہلے گلے لگایا پھر دست جور اوٹھا
اوس مست عہد نے کیا کی تھی قسم مجھی سے
کہنے لگا کہ شب کو میرے تئین نشا تھا ؛

گیا حسن خوبان دلخواہ کا ؛
پشیمان ہوا دوستی کرکے مین
نہ ہون جاکے مرحضرت یار مین

کیا تم کو پیار سے وہ اے میر منہ لگا ہے

عشق کیا کیا آفتین لاتا رہا
کچھ نہ مین سمجھا جنون و عشق مین

دیر مین مین جو گدایانہ گیا سب نے کہا

کر ایک سلام پوچھنا صاحب کا نام کیا
کیا جانین سجدہ کہتے ہین کسکو سلام کیا
عاشق کو دلبرون سے سلام و پیام کیا

اس جان کی جدکھون کو اوسوقت نہ جانا تھا
یان خاک مین ملنا تھا لوہو مین نہانا تھا
اس چہرے کو خالق ایسا نہ بنانا تھا
اوقات ہے اک یہ بھی اک وہ بھی زمانا تھا
اتنا بھی تمہین آکر اپنا سر نہ اٹھانا تھا
کل میر کھڑا تھا یان سچ ہے کہ دوانا تھا

ایک چشمک بھی نہ کی ایک اشارہ نہ کیا
تلخ سننے کے تئین ہم نے گوارا نہ کیا

منہ دیکھ دیکھ میرا پہچان کر کے مارا
مارا تو اون نے لیکن احسان کر کے مارا
بہتون کو اون نے عہد و پیمان کر کے مارا
مستانہ میر کو کیا مین جان کر کے مارا

ہمیشہ رہے نام اللہ کا ؛
بہت مجکو ارمان تھا چاہ کا
یہی قصد ہے بندہ درگاہ کا

پہلے ہی چیدے کم تو کا ٹو ہو گا ل اوسکا

آخر اب دوری مین جی جاتا رہا
دیر ناصح مجکو سمجھاتا رہا ؛

شاہ جی کہیے کدھر سے آپ کا آنا ہوا

ٹک بھی نہ مڑ کے میری طرف تو نے کی نگاہ
دیر و حرم مین کیونکہ قدم رکھ سکے گا میر

اک عمر تیرے پیچھے مین ظالم لگا پھرا
ایدھر تو اس سے بت پھرے اودھر خدا پھرا

وصیت میر نے مجکو یہی کی
کہ سب کچھ ہونا تو عاشق نہونا

خدا کو کام تو سونپے ہین مین نے سب لیکن
بسان خاک ہو پامال راہ خلق اے میر

رہے ہے خوف مجھے اوسکی بے نیازی کا
رکھے ہین دل مین اگر قصد سرفرازی کا

پاسے خطاب کیا کیا دیکھے عتاب کیا کیا
کچھ گل سی ہین شگفتہ کچھ سرو سی ہین قد کش
کچھ سوجھتا نہین ہے مستی مین میر جی کو

دل کو لگا کے ہم نے کھینچے عذاب کیا کیا
اسکے خیال مین ہم دیکھے ہین خواب کیا کیا
کرتے ہین پوچ گوئی پی کر شراب کیا کیا

ہر ذی حیات کا ہے سبب جو حیات کا
ہم مذنبون مین صرف کرم سے ہے گفتگو

نکلے ہے جی ہی اسکے لئے کائنات کا
مذکور ذکر یان نہین صوم و صلوٰۃ کا

تم نے ہمیشہ جور و ستم بے سبب کئے
اس مہ بغیر میر کا مرنا عجب ہوا

اپنا ہی ظرف تھا کہ نہ پوچھا سبب ہے کیا
ہر چند مرگ عاشق مسکین عجب ہے کیا

لذت سے نہین خالی جانون کا کھپا جانا
یہ بھی ہے ادا کوئی خورشید نمط پیارے
کب بندگی میری سی بندہ کریگا کوئی
اے شور قیامت ہم سوتے ہی نرہ جاوین
جاتی ہے گزر جی پر اوسوقت قیامت سی
برسون سے مری اسکی رہتی ہے یہی صحبت

کب خضر و مسیحا نے مرنے کا مزا جانا
منہ صبح دکھا جانا پھر شام چھپا جانا
جانے ہے خدا اسکو مین تجکو خدا جانا
اس راہ سے نکلے تو ہم کو بھی جگا جانا
یاد آوے ہے جب تیرا اکبارگی آجانا
تیغ اسکو اٹھانا تو سر مجکو جھکا جانا

کب میر بسر آئے تم ایسے فریبی سے
دل کو تو لگا بیٹھے لیکن نہ لگا جانا

طرز نگاہ اوسکی دل لے گئی سبھو کے
انداز سے ہے پیدا سب کچھ خبر ہی اسکو

کیا مومن و برہمن کیا گبر اور ترسا
گو میر بے سر و پا ظاہر ہے بیخبر سا

تدبیر تھی تسکین کے لئے لوگونکی ورنہ
معلوم تھا مدت سے ہمین نفع دوا کا

سمجھے تھے ہم تو میر کو عاشق اسی گھڑی
جب سن کے تیرا نام وہ بیتاب سا ہوا

دیکھ آرسی کو یار ہوا محو ناز کا
خانہ خراب ہو جیو آئینہ ساز کا

کوتاہ تھا فسانہ جو مرجاتے ہم شتاب
جی پر وبال سب ہے یہ عمر دراز کا

مارا نہ مجکو ہاتھ سے اپنے ہزار حیف
کشتہ ہون یار مین تو ترے امتیاز کا

ہم سے تکلف اسکا چلا جاے ہے وہی
کل راہ مین ملا تھا سو منہ ڈھانپ کر چلا

یہ چھیڑ دیکھ ہنس کے رخ زرد پر مرے
کہتا ہے میر رنگ تو اب کچھ نکھر چلا

بجا ہے عمر سے اب ایک حسرت
گیا وہ شور سر کا زور پا کا

پرستش اب اسی بت کی ہے ہر سو
رہا ہوگا کوئی بندہ خدا کا

پھرتے کب تک شہر مین اب سوے صحرا رو کیا
کام اپنا اس جنون مین ہم نے بھی یکسو کیا

کام مین قدرت کے کچھ بولا نہین جاتا ہے لے
خوبرو اوسکو کیا لیکن بہت بدخو کیا

ہے یہ فریب شوق کہ جاتے ہین خط چلے
وان سے وگرنہ کب کا ہوا ہے جواب سا

مدت ہوئی کہ دل سے قرار و سکون گئے
رہتا ہے اب تو آٹھ پہر اضطراب سا

بلبل کو ہوا پایا کل پھولون کی دوکان پہ
اس مرغ کے بھی جی مین کیا شوق چمن کا تھا

خوگر نہین ہم یو ہین کچھ ریختہ کہنے کے
معشوق جو اپنا تھا باشندہ دکن کا تھا

کھینچا بغل مین مین جو اسے مست پاکے رات
کہنے لگا کہ آپ کو بھی اب نشا ہوا

عاشق ترے لاکھون ہوے مجسا نہ پھر پیدا ہوا
تجھپر کوئی اے کام جان دیکھا نہ یون مرتا ہوا

مدت ہوئی الفت گئی برسون ہوئی طاقت گئی
دل مضطرب ایسا نہ تھا کیا جانیے اب کیا ہوا

کل صبح سیر باغ مین دل اور میرا رک گیا
بلبل نہ بولا منہ سے کچھ کل کا سا نہ مجسے وا ہوا

کتنون کے دل بیجان ہوے کتنے نہ جانا کیا ہوا
چلنے مین اسکے دو قدم ہنگامہ اک برپا ہوا

مستی مین لغزش ہو گئی معذور رکھا چاہیے
اے اہل مسجد اس طرف آیا ہون مین بہکا ہوا

خیال چھوڑ دے زاہد تو بخشنا ہی کا

رکھے ہے شوق اگر رحمت الٰہی کا

مجھے گل اوسکے آگے خوش نہین آتا ہے ای بلبل
دماغ ناز برداری نہین ہے کم دماغی سے

جو تو آزردہ ہوتی ہے گلستان مین نہ آونگا
کہانتک ہر گھڑی کے روٹھے کو پھر منا ونگا

بہت کی جستجو اوسکو نہ پایا
نصیحت میر نے مجھکو یہی کی

ہمین درپیش ہے اب جی کا کھونا
کہ سب کچھ ہونا تو عاشق نہ ہونا

غیر کے میر سے مرجانے مین تفاوت ہے زمین و سما کا
کاٹ کے سر عاجز کا اونے اور بھی پگڑی سی پھیر رکھی

مارا اون نے دونون کو لیکن مجکو کرکے ستم مارا
فخر کی کون سی جاگہ تھی یا ایسا کیا رستم مارا

اوسکی مقتولی کا ہم کو رشک ہے
کون مل سکتا ہے اس اوباش سے
گرم ملنے والے دیکھے یار کے
چپکی مجکو لگ گئی تھی جب سے ہے میر

دہ قدم جو گشتہ آگے سب سے تھا
اختلاط اوس سے ہمین اک ڈھب سے تھا
ایک ٹھنڈا ہو گیا اک تب سے تھا
شور ان شیرین لبون کا جب سے تھا

ناخن سے بوالہوس کا گلا یونہی چھل گیا
صورت نہ دیکھی ایسی کشادہ جبین کہین

یہ بھی ہو لگے شہیدون مین مل گیا
مین میر اس تلاش مین جیون و جنگل گیا

گلچین جو نہین ہے کوئی اس تازہ چمن کا
غربت ہے دلاویز بہت شہر کی اسکے

کیون رنگ بھرا سا ہے تری سیب ذقن کا
آیا نہ خیال ہم کو کبھو اپنے وطن کا

دشمن ہو جی کا گاہ ہوتا ہے جسکو چاہا
خمیازہ کش ہون اوسکی مدت سے اس ادا کا

کی دوستی کہ یار وہ اک رنگ مین بسا ہا
لگ کر گلے سے میرے انگڑائی لے جا ہا

نہ اٹھا لطف کچھ جوانی کا
پردے مین کام یان ہوا آخر

کم بہت موسم شباب رہا
وان سدا چہرہ پر نقاب رہا

ملا تو تھا وہ بخواہش دلی مزہ بھی ملا تی لے سی لیکن
جہان کا دریای بیکران تو سراب پایان کار نکلا
جہان میرے جینے کو جی بہت تھا نہ کر سکی ہم کچھ توقف

پھرین جو مستی مین اسکی آنکھین تو ہوش ہمکو رہا نہ اپنا
جو لوگ تہ سے کچھ آشنا تھے انھون نے لب کر لیا نہ اپنا
بنا تھی ناپائدار اوسکی اسی سے رہنا بنا نہ اپنا

نہ ملیو چاہنے والے سے اپنے
نہ دیوانے تھے ہم سے قیس و فرہاد
صنم خانے سے اوٹھ کعبے گئے ہم

نظر بھر دیکھتا کوئی تو تم آنکھیں چھپا لیتے
دماغ اپنا تو اپنی فکر ہی میں ہو چکا یکسر

دل جو ناگاہ بے قرار ہوا
مجسے لینے لگے ہیں عبرت لوگ
روؤں کیا سادگی کو اپنی میر

ہوش کچھ جنکے سروں میں تھا شتابی وہ چلے
پیار کی دیکھی جو چتوں کسی کی میں جانا
کیونکہ سب عمر صعوبت میں کٹی تیری میر

نہیں ہے مرجع عالم اگر خاک
کسو کے بال درہم دیکھکر میر

نکلی تھی اوسکی تیغ موے خوش نصیب لوگ
برسوں ہوے گئے اوسے پر بھولتا نہیں

جو کہو تم سو ہے بجا صاحب
سادہ ذہنی میں نکتہ چیں تھے تم
نہ دیا رحم ٹک بتوں کے تئیں
پھر گئیں آنکھیں تم نہ آن پھرے
کس نے سن شعر میر یہ نہ کہا

خلاف وعدہ بہت ہوے ہو کوئی تو وعدہ وفا کرو اب
کہاں ہے طاقت جو میر کا دل سب ان بلاؤں کی تاب لاوے

نہ جانا تم سے یہ کن نے کہا تھا
ہمارا طور عشق ان سے جدا تھا
کوئی آخر ہمارا بھی خدا تھا

سماں کب یاد ہوگا اب تمہیں وہ خوردسالی کا
خیال اب کسکو ہے اے ہمنشیں نازک خیالی کا

اس سے کیا جانوں کیا قرار ہوا
عاشقی میں یہ اعتبار ہوا
میں نے جانا کہ مجھسے یار ہوا

حیف صد حیف کہ میں دیر خبردار ہوا
کہ یہ اب سادہ دپرکار مرا یار ہوا
اپنا جیتا تو کوئی دن ہمیں دشوار ہوا

کدھر جاتا ہے قد خم ہمارا
ہوا ہے کام دل برہم ہمارا

گردن جھکائی میں تو سنا یہ امان ہے لب
یادش بخیر میر رہے خوش جہان ہے اب

ہم برے ہی سہی بھلا صاحب
اب تو ہیں حرف آشنا صاحب
کیا کیا ہاے یہ خدا صاحب
دیکھا تمکو بھی واہ وا صاحب
کہیو پھر ہاے کیا کہا صاحب

لگا کے آنکھیں نہ دیغ کہنا کہاں تلک کچھ حیا کرو اب
کرشمہ غمزے کو ناز سے ٹک ہماری خاطر جدا کرو اب

جیسا مزاج آگے تھا میر اسو کب ہے اب
نے چاہ وہ اودے ہے نہ مجکو ہے وہ دماغ
جاتا ہوں اُن کو ملنے تو کہتا ہے دل ہے میر

ہر روز دل کو سوز ہے ہر شب تعب ہے اب
جانا مرا ادوھر کو بشرط طلب ہے اب
جو شب کو جائیے تو کہے ہے کہ شب ہے اب

تابوت پر بھی میر سے نہ آیا وہ بی نقاب
اس عمر برق جلوہ کی فرصت بہت ہے کم
غفلت سی ہے غرور تجھے ورنہ ہی بھی کچھ
مجنون نے ریگ بادیہ سی دل کی غم گنے
کاش اوسکے روبرو نہ کرین حشر مین مجھے

مین اٹھ گیا دلے نہ اٹھا بیچ سی حجاب
جو کام پیش آوے تجھے اوسمین ہو شتاب
یان وہ سمان ہی جیسے کہ دیکھے ہی کوئی خواب
ہم کیا کرین کہ غم ہے ہمارا تو بیحساب
کتنے مرے سوال ہین جنکا نہین جواب

عشق وجنون کی کیا اب تدبیر ہے مناسب
جلدی نہ قتل مین کر پچھتاویگا بہت تو
شب اوسکو مین نے دیکھا سوتے بغل مین اپنی
ہے سرگزشت اپنی نوشتنی ہی بہتر

زنجیر ہے مناسب شمشیر ہے مناسب
خونریزی مین ہماری تاخیر ہے مناسب
اس خواب کی نہ کرنی تعبیر ہے مناسب
گزری سو گزری کیا اب تحریر ہی مناسب

دیکھنا منہ یار کا اسو جہ سے ہوتا نہین
جمع مجھے خوبان بہت لیکن پسند اسکو کیا

یا الٰہی دے زمانیسے اوٹھا رسم نقاب
کیا غلط مین نے کیا اے میر وقت انتخاب

آخر ان خوبان نے عاشق جان کر مارا مجھے
کہتے تھے افعی کے سے اے میر مت کھا پیچ وتاب

چاہ کا اپنی نہ کرنا ان سے تھا اظہار خوب
آخر اس کوچے مین جا کھائی نہ تو نے بار خوب

سادے جتنے نظر آتے ہین پرکھو تو عیار ہین سب
ایک پریشان طرفہ جماعت دیکھی چاہنے والونکی
عشق جنہون کا پیشہ ہووے سیکڑون مین تو ایک ہی ہین

زرد و زار و زبون جو ہم ہین جی کے ہاتھ بیمار ہین سب
جینے کی خواہان وہ نہین ہین مرنے کو تیار ہین سب
کوہکن و مجنون و وامق میر ہماری یار ہین سب

عجب نہین ہے نہ جانے جو میر چاہ کی ریت
کہا تھا ہم نے بہت بولنا نہین ہے خوب
شفق سے ہین درو دیوار زرد شام و سحر

سنا نہین ہے مگر یہ کہ جوگی کس کے میت
ہمارے یار کو سو اب ہمین سے بات نہ چیت
ہوا ہے لکھنؤ اس رہگذر مین پیلی بھیت

جی مین ہے یاد رخ و زلف سیہ فام بہت
دل خراشی و جگر چاکی و خون افشانی
پھر نہ آئے جو ہوئے خاک مین جا آسودہ

یان شہر حسن مین تو کہین ذکر بھی نہین
اختر شناس کو بھی خلل ہے دماغ کا
کہنے سے کچھ کہا ہے کیا زیر لب مجھے

منہ لگایا تو درکنار ادن نے
حلقے آنکھون مین پڑ گئے منہ زرد

تجسے ہزار ان نے بنا کر دئے بگاڑ
مجھ بینوا کی یاد رہے میر یہ صدا

دیر سے سوئے حرم آیا نہ ٹک
میر سے پوچھا جو مین عاشق ہو تم

ہوتی ہے گرچہ کہنے سے یارو پرائی بات
کہتے تھے اس سے ملئے تو کیا کیا نہ کہئے ایک
اب تو ہوئے ہین ہم بھی ترے ڈھب سے آشنا

چلنا اپنا قریب ہے شاید
دل کے دل ہی مین رہ گئے ارمان
مارنا عاشقون کا گر ہے ثواب

دور تلک قاصد کے پیچھے کچھ کہتا مین جاتا تھا
غیر سے کچھ کہتا تھا وہ سامنے سے میر آیا مین

درد و غم کی گرفتاری سے مہلت ہو تو کچھ کہئے
کسکو داغ جواب بھلا ہو ضعف سے لب خاموش ہے

روتا آتا ہے مجھے ہر سحر و شام بہت
ہون تو ناکام پہ رہتے ہین مجھے کام بہت
غالبا زیر زمین میر ہے آرام بہت

کیا جانیے کہ مہر و وفا ہے کہان کی بات
پوچھو اگر زمین کی کہے آسمان کی بات
کیا پوچھتے ہو میر مرے مہربان کی بات

نہ کہا ہے یہ آشنا صورت
ہو گئی میر تیری کیا صورت

مت جان سادگی سے کہ ہے روزگار دست
اس میکدے مین رہیو بہت ہوشیار دست

ہم مزاج اپنا ادھر لائے بہت
ہو کے کچھ چپکے سے شرمائے بہت

پر ہم سے تو روکی نہ کبھو منہ پر آئی بات
وہ آ گیا تو سامنے اوسکے نہ آئی بات
وان تو نے کچھ کہا کہ ادھر ہم نے پائی بات

جان کرتی ہے اب اضطراب بہت
کم رہا موسم شباب بہت
تو ہوا ہے ہمین ثواب بہت

شوق ستمکش ظالم نے کیا فتنہ رفتہ بڑھائی بات
پھیر لیا منہ میری طرف سے یعنی مجھسے چھپائی بات

حرف نہ دن اشعار شعاری یہ بھی نہ فرصت کی بات
پھر دن بکتا نصیحت گر سے میر یہی طاقت کی بات

سو غیروں میں ہو عاشق تو ایک ویسی سو شہر آوے
ارض و سما کی پستی بلندی اب تو ہم کو برابر ہے
میر نہ ایسا ہووے کہیں پردے ہی پردے مار رکھے

عہد اس کا غلط قرار عبث
ہم تو آگے ہی مر رہے ہیں میر

یا ساتھ غیر کے ہے تمھیں ایسی بات چیت
یا پاس میرے لگتی ہے چپ ایسی آن کر
فرہاد و قیس و میر یہ آوارگان عشق

سر سری مت جہان سے جا غافل
ہونٹھ اپنا ہلا نہ سمجھے بن ؛
گل و رنگ و بہار پردے ہیں

آتی ہے خون کی بو دوستی یار کے بیچ
داغ چیچک کے نہ افراط سے ہیں مکھڑے پر

اقبال دیکھ اس ستم و ظلم و جور پر
جوش و خروش میر کے جاتی رہی وہ سب

آگے تو رسم دوستی کی تھی جہان کے بیچ
کیا جانوں لوگ کہتے ہیں کسکو سرور قلب
اتنی جبین رگڑی کہ سنگ آئینہ ہوا

لطف جیسے ہیں اوسکی چاہ کے بیچ
کب مزہ ہے نماز صبح میں وہ
بغیر بادہ تو یوں گرم آ گئے کب ملتا
خیال چاہ کے سر رشتہ کا تجھے کب ہے

اس مستی میں آنکھیں اوسکی رہتی ہیں ہشیار بہت
یعنی نشیب و فراز جو دیکھے طبع ہوئی ہموار بہت
ڈر لگتا ہے اس سے ہم کو ہے وہ ظاہردار بہت

دل ہمارا ہے بیقرار عبث
تیغ کھینچے ہوئے ہے یار عبث

سو سو طرح کے لطف ہیں اک اک سخن کے بیچ
گویا زبان نہیں ہے تمھارے دہن کے بیچ
یونہی گئے ہے سب کی رہی من کی من کے بیچ

یاد ان تیر اڑے جہاں ٹک سوچ
یعنی جب کھولے تو زبان ٹک سوچ
ہر عیاں میں ہے وہ نہاں ٹک سوچ

جی لیئے اون نے ہزاروں کے یونہی پیار کے بیچ
کتنے گاڑے ہیں نگاہیں ترے رخسار کے بیچ

دیکھتوں ہوں سبکو ہی وہ اسکی دعا کے بیچ
ہوتا ہے شور چاہنے کی ابتدا کے بیچ

اب کیسے لوگ آئے زمین آسمان کے بیچ
آیا نہیں یہ لفظ تو ہندی زبان کے بیچ
آنے لگا ہے منہ نظر اس آستان کے بیچ

رنج ویسے ہی ہیں نباہ کے بیچ
جو صبوحی کے ہے گناہ کے بیچ
نشہ ہے نور بھے اوسکی یہ ترنگ ہے شوخ
تری تو ہاتھ میں شام و سحر تپنگ ہے شوخ

میرے سنگ مزار پر فرہاد
موند آنکھین سفر عدم کا کر
فکر تعمیر مین نہ رہ منعم

رکھکے تیشہ کہے ہے یا اوستاد
بس ہے دیکھا یہ عالم ایجاد
زندگانی کی کچھ بھی ہے بنیاد

رہیئے بغیر تیرے اے رشک ماہ تا چند
عمر عزیز ساری منت ہی کرتے گزری

آنکھون مین یون ہمارے عالم سیاہ تا چند
بیجرم آہ رہیئے یون عذر خواہ تا چند

ہین مکان وسرا وجا خالی
اب کہین جنگلون مین ملتے نہین

یار سب کوچ کر گئے شاید
حضرت خضر مر گئے شاید

کیا جانے کہی بوس لب یار کی لذت
کعبے تو گئے بھول کے ہم دیر کا رستہ

جب تک جئین گے ہمکو رہیگا وہ مزا یاد
آتا تھا دلے راہ مین ہر گام خدا یاد

موا کوہکن بیستون کھود کر
کہے کو ہمارے کب اوس نے سنا
نظر میر نے کیسی حسرت سے کی

یہ راحت ملی ایسی محنت کے بعد
کوئی بات مانی سو منت کے بعد
بہت روے ہم اوسکی رخصت کے بعد

کہتا ہون سو کرے ہے لیکن رہون ہون ڈرتا
غصے سے اپنے ابرو جو خم کرے ہے ہر دم
وحشت پہ میری مت جا غیرت بہت ہے مجکو

آوے کسو سخن پر تکرار گاہ باشد
وہ اک لگا بھی بیٹھے تلوار گاہ باشد
ہون بیٹھون مرنے کو بھی تیار گاہ باشد

بخش نالہ بھی کیجیو بلبل
آ زیارت کو قبر عاشق پر
نکلی ہے میری خاک سے نرگس
میر صاحب زمانہ نازک ہے

پہلے پیدا تو کر لب گفتار
اک طرح کا ہے یان بھی جوش بہار
یعنی ابتک ہے حسرت دیدار
دونون ہاتھون سے تھامئے دستار

ہر گام سد رہ تھی بتخانہ کی محبت
مین منع میر تجکو کرتا نہ تھا ہمیشہ

کعبے تلک تو پہونچے لیکن خدا خدا کر
کھوئی نہ جان تو نے دل کو لگا کر

شکوہ آبلہ ابھی سے میر

ہے پیارے ہنوز دلی دور

افسوس وے کہ منتظر اک عمر تک رہے
ناخواندہ چاک کرنے لگے خط شوق اگر
جاتا ہے آسمان لئے کوچے سے یار کے
جی مین تھا اس سے ملتے تو کیا کیا نہ کہتے میر

وہ سر چڑھا ہے اتنا اپنی فروتنی سے
ناسازگاری اپنے طالع کی کیا کہین ہم

کیا کیا نہ ہم نے کھینچے آزار تیری خاطر
اکبار تو نے آکر خاطر نہ میری رکھی
جیسے دو چار ہوتا پھر آہ بن نہ آیا:

کیون آنکھون مین تو سرمہ کا دنبالہ رکھی
کچھ خوب نہین اتنا ستانا بھی کسو کا

ہم مو سے ناتوان تھے سو ہو چکے ہین کب کے
اس گوہر مراد کو پایا نہ ہم نے میر

اس جور سے تمھارے تو مرتے نہین ہین ہم
صورت پرست ہوتے نہین معنی آشنا

دل تجلی دکھا کے رخ خوب کو بھی
کیا بات تیری اے ہمہ عیاری و فریب
اسباب مرگ کے تو مہیا ہین سارے میر

معشوق کا کیا وصل ورے ایسا دھول ہے
جس جا سے سراپا مین نظر جاتی ہے اوسکے

سحر گوش گل مین کہا مین نے جا کر
لگا کہنے فرصت ہے یان اک تبسم

پھر مر گئے تڑپ تئین اکبار دیکھکر
قاصد تو ہو چکا کہ جفا کار دیکھکر
آتا ہے جی بھر اودر و دیوار دیکھکر
یہ جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھکر

کھویا ہے ہمین نے اوسکو ہر لحظہ پاؤن پکڑکر
آیا کبھی نہ یا تنک غیرون کی پاؤن پڑکر

اب ہو گئے ہین آخر بیمار تیری خاطر
مین جی سے اپنا گزرا ہو بار تیری خاطر
دی جان میر جی نے ناچار تیری خاطر

مت ہاتھ مین ان مستون کے تلوار دیا کر
ہے میر فقیر اوسکو نہ آزار دیا کر

نکلے ہو تم پیارے کس پہ کمر کو کس کر
پایان کار مر گئے یون خاک چھان کر

اب واسطے ہمارے لگا لو جفا کچھ اور
ہے عشق سے بتون کے مرا مدعا کچھ اور

اب منہ چھپا جو بیٹھے ہے یہ حسن طلب ہے اور
آنکھین کہین ہین اور سخن زیر لب ہے اور
شاید کہ زندگانی کا اپنی سبب ہے اور

تا شمع تینگا کبھی جو یہہ تجھ سے ہے تو مر کر
آتا ہے مرے جی مین یہین عمر بسر کر

کھلے بند مرغ چمن سے ملا کر
سو وہ بھی گریبان مین منہ کو چھپا کر

سعی وطلب بہت کی مطلب کو پر نہ پہونچے
غیرت یہ تھی کہ آیا اوس سے جو مین خفا ہو

مرتے ہین ہم تو آدم خاکی کی شان پر
شوخی تو دیکھو آپ کہا آدم بیٹھو میر

مت اس چمن مین غنچہ روش بود باش کر
پھرتا ہے کیا تو میر گلستان مین غمزدہ

یہ لطف اور پوچھا مجھسے خطاب کر کر
گنتی مین تو نہ تھا مین پر کل خجل ہوا وہ
مستی و بیخودی مین آسودگی بہت تھی

مانگ پناہ خدا سے بندے دل لگنا اک آفت ہے
میر نہ ہم کہتے تھے تجھسے حال نہین کچھ تجھ مین ہا

سو رہا بال منہ پہ کھول کے وہ
مست و بیخود ہم اسکے در پہ گئے

ایک سجود خلوص دل سے آہ کیا مجھوانی ہین
جی ہی ہلا جاتا ہے اپنا میر سمان یہ دیکھے سے

طرف شاخ گل کی لچک کے نہ دیکھا
سنا تھا اوسے پاس لیکن نہ پایا
سر شب کہے تھا بہانہ طلب وہ

روز دن مین رہ سکین گے ہم بے شراب کیونکر

میلان دلبری ہو کیونکر وفا کے اوپر
کشتہ ہون اس ادا کا کٹوا کے ہاتھونکے سر
بندون سے کام تیرا اے میر کچھ نہ نکلا

ناچار اب جہان سے بیٹھے ہین ہاتھ اٹھا کر
مرتے ہوا یہ ہرگز اودھر پھرا نہ جا کر

اسیر رہے وہ داغ کہ ہے آسمان پر
پوچھا کہان تو بولے کہ میری زبان پر

مانند گل شگفتہ جبین یان معاش کر
کچھ دل خراش لکھ بھی قلم اک تراش کر

اے میر کچھ کہین ہم تجکو عتاب کر کر
کچھ دوستی کا میری دل مین حساب کر کر
پایا نہ چین مین نے ترک شراب کر کر

عشق نہ کر زنہار نہ کر داسد نکر بائبد نہ کر
چاہ بلا ہے جان و دل ہے آجانے دی چاہ نکر

ہم شب اپنی سحر کرین کیونکر
لوگ اوسکو خبر کرین کیونکر

سر مارے ہین محرابون مین یہ نہی وقت کو اب کھو کر
آنکھین ملتے اوٹھتے ہین بستر سے دبر جب سو کر

نظر میر کی تھی کسو کی کمر پر
چلے دور تک ہم گئے اس خبر پر
گھڑی ایک رات آئی ہوگی پہر پہ

گزرے گا اتقا مین عہد شباب کیونکر

دیتا ہے جان عالم اوسکی جفا کے اوپر
پر نہ لکھین لیکی وہ دہن انہین لشت پا کے اوپر
موقوف مطلب اپنا اب لکھ خدا کے اوپر

اقرار مین کہان ہے انکار کی سی خوبی
کنج قفس مین جون تون کاٹینگے ہم اسیران
کہتے تو ہین کہ ہم بھی تمھین چاہتے ہین میر
کب سے ہے وہ خلاف وعدہ والے
برسون گزرے ہین اوس سے ملتے والے
نہ جگر مین ہے خون نہ دل مین خون
آنکھ لگے مدت ہے گزری پای عشق جو بیچ مین آئے
ایسی معیشت کر لوگون سے جیسی ہمکش میر نے کی
نہ ترساؤ دیکایک مار ڈالو
کبھو دل کی نہ کہنے پاے اوس سے
برابر خاک کے تو کر دکھایا
دنی کے پاس کب رہتی ہے دولت
کیا کہیے کیا رکھین ہین ہم تجھسے یار خواہش
حالانکہ عمر ساری مایوس گزری تسپر
کرتے ہین سب تمنا لیکن نہ میر اتنی
گل ہوتا صبا قرار اے کاش
جان آخر تو جانے والی تھی
رکھتے رہے بتون سے مہر و وفا کی خواہش
حیران کار الفت اے میر جب ہون مین تو
کلی رکتی ہے گل ہے دل پریشان
بتون کے غم مین نالان جب نہ تب ہون
جہان تنگ کڑھنے ہی کی جا تھی

ہوتا ہے شوق غالب اوسکی نہین نہین پر
سیر چمن کے شایان اپنے رہے نہین پر
پر اعتماد کس کو ہے خوبان کی چاہ پر
دل کو اس کا ہے اعتبار ہنوز
صحبت اوس سے نہین برار ہنوز
در پے خون ہے روزگار ہنوز
ملتے ہین معشوق اگر تو ملتے ہین شرماے ہنوز
برسون ہوے ہین لوٹھگئے اوسکو روتی ہین ہمسایے ہنوز
کروگے کب تلک ہم پر ترس بس
جہان بولے لگا کہنے کہ بس بس
فلک بس کج ادائی ہو چکی بس
ہمارے ہاتھ آئی ہو چکی بس
یک جان صد تمنا یک دل ہزار خواہش
کیا کیا رکھے ہین اوسکی امیدوار خواہش
رکھے گی مار تم کو پایان کار خواہش
رہتی دو چار دن بہار اے کاش
اوس یہ کی ہوتی مین نثار اے کاش
اس آرزو نے مارا یہ بھی خدا کی خواہش
پوچھا کرے ہو ہر دم کیا بینوا کی خواہش
کسو کی اس چمن مین گزری کیا خوش
نہ راضی خلق مجھسے نے خدا خوش
کوئی دن مین تکلف سے رہا خوش

فکر ہیں مرگ کے ہوں سر و پیش
مرگ فرہاد سے ہوا بدنام
کیا پتنگے کو شمع روے میرؔ

اوسکے در پر اب نہ گراے دل خروش
پاؤں پڑتا ہے کہیں آنکھیں کہیں

خام رہتا ہے آدمی گھر میں
دل کا دینا ہے سہل کیا اے میرؔ

ہنستے ہی ہنستے مار رکھا تھے جو ہم ظریف

دور اب بیٹھتے ہیں مجلس میں
مر بھی رہ میرؔ شب بہت رویا

کیا جانے ہوتے ہیں سخن لطف کے کیسے
رنگینئے عشق اوسکے ملے پر ہوئی معلوم
ابروہائی جنبش نے یہ ستہراؤ کیے ہیں
مدت ہوئی گھٹ گھٹ کے ہیں شہر میں مرتے

فردوس کو بھی آنکھہ اوٹھا دیکھتے نہیں
تو ہم میں اور آپ میں مت دیکیو دخل
بت چیز کیا کہ جسکو خدا مانتے ہیں سب
کیا سہل ہاتھہ جی سے اوٹھا بیٹھتے ہیں ہا

قید قفس سے چھوٹ کے دیکھا چلا ہوا
میں ترک عشق کرکے ہوا گوشہ گیر میرؔ

غنیمت جان فرصت آجکے دن
دہی پہونچے تو پہونچے آپ ہم تک

ہے عجب طور کا سفر در پیش
ہے خجالت سے تیشہ سر در پیش
اوسکی شب کو بھی ہے سحر در پیش

کہتے ہیں دیوار بھی رکہے ہے گوش
اوسکی مستی دیکھکر جاتا ہے ہوش

پختہ کاری کے تئیں سفر ہے شرط
عاشقی کرنے کو جگر ہے شرط

ہے یار بھی ہمارا قیامت ستم ظریف

ہم جو تم سے تھے بیشتر نزدیک
ہے مری جان اب سحر نزدیک

پوچھا نہیں اون نے تو ہمیں پیار سے ابتک
صحبت نہوئی تھی کسو خونخوار سے ابتک
مارا نہیں اون نے کوئی تلوار سے ابتک
واقف نہوا کوئی اس اسرار سے ابتک

کس درجہ سبز چشم ہیں کوئے بتاں کے لوگ
ہوتے ہیں فتنہ ساز بھی درمیاں کے لوگ
خوش اعتقاد کتنے ہیں ہندوستاں کے لوگ
یہ عشق پیشگاں ہیں آگہی کہاں کے لوگ

پہونچے نہوتے کاشکے ہم آشیاں تلک
ہوتا پھروں خراب جہاں میں کہاں تلک

سحر کیا جانے کیا ہو شب ہے حامل
نہ یاں طالع رسا نے جذب کامل

ہم طرح آشیاں کی نہ گلشن میں ڈالتے
کیا لطف ہے جو سمجھے چہروں کی رنگ و بہار کا
تھا وصف اون لبوں کا زبان قلم پہ میرؔ

طریقِ عشق میں ہے رہنما دل
قیامت تھا مروت آشنا دل
جسے مارا اوسے پھر کر نہ دیکھا
گئے وحشت سے باغ و راغ میں تھے
اسیری میں تو کچھ واشد کبھو تھی

میرؔ اوسکے اشتیاق ہم آغوشی میں نہ پوچھ

نہ پھر رکھیں گے تیری رہ میں پا ہم
کہیں پیوند ہوں یارب زمیں کے
ہوس تھی عشق کرنے میں و لیکن
کب آگے کوئی مرتا تھا کسو پر
تعارف کیا رہا اہلِ چمن سے
موا جسکے لئے اوس کو نہ دیکھا

کیسی کیسی خرابی کھینچی دشت و در میں سر مارا
خواہ نماز خضوع سے ہووے خواہ نیاز اک سو دل

کون ہوپنچے ہے بات کی تہ کو
اوسنے دینے کہا تھا بوسۂ لب

پاس ظاہر سے اوسے تو دیکھنا دشوار ہے
یوں نہ دیگے دل کبھی سیمیں بدن زر دوست کو
میں کہا دیکھا ادھر ٹک تم تو میں بھی جان دوں

معلوم ہوئی آگے جو ہم کو وفائے گل
بلبل نے اور کچھ نہیں دیکھا سوائے گل
یا منہ میں عندلیب کے تھے برگ ہائے گل

پیمبر دل ہے قبلہ دل خدا دل
موئے پر بھی مرا اوسمیں رہا دل
ہمارا طرفہ ظالم سے لگا دل
کہیں ٹھیرانہ دنیا سے اوٹھا دل
رہا غمگیں ہوا جب سے رہا دل

جاتا ہے اتو جی ہی رہا در کنار دل

گئے گذرے ہیں آخر ایسے کیا ہم
پھرینگے اوس سے یوں کبتک جدا ہم
بہت نادم ہوئے دل کو لگا ہم
جہاں میں رکھہ چلے رسم وفا ہم
ہوئے اک عمر کے پیچھے رہا ہم
نہ سمجھے میرؔ کا کچھہ مدعا ہم

خانہ خراب کہا تک پھرے ایسا ہو گھر جا دیں ہم
وقت رہا ہے بہت کم اتو بار سے کچھہ کر جا دیں ہم

ایک مدت سے بک رہے ہیں ہم
اس سخن پر اٹک رہے ہیں ہم

جا بیٹھینگے مجلس میں ہم ایدھر اودہر دیکھیں گے ہم
ابتدائے عشق میں اپنا بھی گھر دیکھیں گے ہم
ہنسکے بولے یہ تری باتیں ہیں پر دیکھیں گے ہم

ہے نہ دل بتوں کا کیا معلوم
یہی جانا کہ کچھ نہ جانا ہائے
عشق جانا تھا مار رکھے گا

نکلے پردے سے کیا خدا معلوم
سو بھی اک عمر میں ہوا معلوم
ابتدا ہی میں تھی انتہا معلوم

حکم آب رواں رکھے ہے حسن
جب میسر ہو بوسہ اوس لب کا

بہتے دریا میں ہاتھ دھو لو تم
چپکے ہی ہو رہو نہ بولو تم

خوش نہ آئی تمہاری چال ہمیں
حال کیا پوچھ پوچھ جاتے ہو
وجہ کیا ہے کہ میر منہ پہ ترے

یوں نہ کرنا تھا پائمال ہمیں
کبھو پاتے بھی ہو بحال ہمیں
نظر آتا ہے کچھ ملال ہمیں

ہمیں تو نزع میں شرمندہ آکے تمنے کیا
ہوا ہوں خاک رہ اسواسطے کہ خوباں میر

رہا ہے ایک رمق جی سو کیا نثار کریں
گزار گور پہ میری بھی ایکبار کریں

موئے سہتے سہتے جفا کاریاں
کیا درد و غم نے مجھے ناامید
تری آشنائی سے ہے حد ہوئی

کوئی ہم سے سیکھے وفاداریاں
کہ مجنوں کو یے ہی تھیں بماریاں
بہت کی تھیں دنیا میں ہم یاریاں

دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں
بیقراری جو کوئی دیکھے ہے سو کہتا ہے

وقت ملنے کا مگر داخل ایام نہیں
کچھ تو ہے میر کہ اکدم تجھے آرام نہیں

آرزوئیں ہزار رکھتے ہیں
نہ نگہ نے پیام نے وعدہ

تو بھی ہم دل کو مار رکھتے ہیں
نام کو ہم بھی یار رکھتے ہیں

اب ہیں کس بس اپنی خواہش مردہ کو روئیے
تھیں ہمکو اوس سے سیکڑوں امیدواریاں

ایک سب آگ ایک سب پانی
آگے دریا تھے دیدہ تر میر

دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں
اب جو دیکھا سراب ہیں دونوں

مت کھا فریب عجز عزیزان حال کا
ناکام رہنے ہی کا تمہیں غم ہے آج میر

پنہاں گئے ہیں خاک میں یاروں کے دام ہائے
بہتوں کے کام ہو گئے ہیں کل تمام یاں

متصل روتے ہی رہئے تو بجھے آتش دل
ایک دو آنسو تو اور آگ لگا دیتے ہیں

ایک بیمار جدائی ہوں میں آپی تس پر
پوچھنے والے جدا جان جلا دیتے ہیں

پھاڑا ہزار جا سے گریبان صبر میر
کیا کہہ گئی نسیم سحر گل کے کان میں

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

ان آئینہ رویوں کے کیا میر بھی عاشق ہیں
جب گھر سے نکلتے ہیں حیران نکلتے ہیں

چلا نہ اوٹھ کے وہیں چپکے چپکے پھر تو میر
ابھی تو اوسکی گلی سے پکار لایا ہوں

چشم سفید و اشک سرخ آہ دل حزیں ہے یاں
شیشہ نہیں ہے مے نہیں ابر نہیں ہوا نہیں

ایک نقطہ ہے سادگی تسپہ بلائے جاں ہے تو
عشوہ کرشمہ کچھ نہیں آن نہیں ادا نہیں

صحبت رکھا کیا وہ سفیہ و ضلال سے
دل ہی میں خون ہوا کیں مری نکتہ دانیاں

مارا مجھے بھی سان کے غیروں میں اونے میر
کیا خاک میں ملائیں مری جانفشانیاں

گرچہ عالم جلوہ گاہ یار یوں بھی تھا ولے
آنکھیں جو موندیں عجب عالم نظر آیا ہمیں

عشق میں جی کو صبر و تاب کہاں
اوس سے آنکھیں لگیں تو خواب کہاں

عشق کا گھر ہے میر سے آباد
ایسے پھر خانماں خراب کہاں

لوہو روتا ہوں میں ہر ایک حرف پر اے ہمدماں
اور اب یہ لگیں جیسا تم کہو انشا کروں

خوار تو آخر کیا ہے گلیوں میں تو نے مجھے
تو بھی اے عشق جو تجکو بھی میں رسوا کروں

کعبے جانے سے نہیں کچھ شوق اتنا مجکو شیخ
چال وہ تبلا کہ میں دل میں کسو کے جا کروں

اب بہ ہمت عرف کر جو اس سے اوچٹے دل مرا
پھر دعا اے میر مت کریو اگر ایسا کروں

کاش کے دل دو تو ہوتے عشق میں
ایک رہتا ایک کھوتے عشق میں

خواب میں اوسکو نہ دیکھا ایک رات
برسوں کالی ہم نے سوتے عشق میں

بیگانہ وضع برسوں اس شہر میں رہا ہوں
بھاگوں ہوں دور سب سے میں کس کا آشنا ہوں

کیا کیا کیا تامل اس فکر میں گیا گھل
سمجھا نہ آپ کو میں کیا جانیے کہ کیا ہوں

شیوہ اپنا بے پروائی نومیدی سے ٹھرا ہے
کچھہ بھی وہ مغرور دے تو منت ہم سو بار کریں

کرتے ہیں جو کہ جی میں ٹھانے ہیں
میں تو خوباں کو جانتا ہی ہوں
جانے میں اوس گلی میں گر رہتا

خوبرو کس کی بات مانے ہیں
پر مجھے یہ بھی خوب جانے ہیں
ضعف و ناطاقتی بہانے ہیں

اس عاشقی کے بیچ ستم دیکھنا ہے لطف
مرجانا آنکھہ موند کے یہ کچھ ہنر نہیں

ہر چند ہم کو مستوں سے صحبت رہی ہے لیک
دامن ہمارا ابر کے مانند تر نہیں

جور کیا کیا جفائیں کیا کیا ہیں
خوبروہی نہیں فقط وہ شوخ
فکر تعمیر دل کسو کو نہیں
شور ہے ترک شیخ کا لیکن

عاشقی میں بلائیں کیا کیا ہیں
حسن کیا کیا ادائیں کیا کیا ہیں
ایسی ویسی بنائیں کیا کیا ہیں
بے چلکے چلکے دعائیں کیا کیا ہیں

حیران ہو میرے حال میں کہنے لگا طبیب
اس دردمند عشق کی میں کیا دوا لکھوں

وحشت زدوں کو نامہ لکھوں ہوں نہ کسطرح
مجنوں کو اوسکے حاشیہ پر میں دعا لکھوں

کیا کہئے آہ جی کو قیامت ہے انتظار
برپا ہوا ہجوم سے اک تازہ حشر داں

آتا نہ کاش وعدہ دیدار درمیاں
آیا جہاں کہیں قدم یار درمیاں

لذت سے درد کے جو کوئی آشنا نہیں
سو لطف کیوں نہ جمع ہوں لیکن مزا نہیں

آئینے پر سے ٹک نہیں اوٹھتی تری نظر
یہ شوق کس کے منہ سے تجھے کچھہ حیا نہیں

تیر ستم کا تیرے ہدف کب تلک رہوں
آخر جگر ہے وہ ہے کا کوئی توا نہیں

اوٹھنے ہو میر دیر سے تو کعبے چل رہو
مغموم کا ہے کو ہو تمہارے خدا نہیں

جنوں نے تماشا بنایا ہمیں
بٹھا اوسکی خاطر میں نقش وفا
نہ سمجھی گئی دشمنی عشق کی
رہا تو تو اکثر الم ناک میر

رہا دیکھہ اپنا پرایا ہمیں
نہیں تو اوٹھائے خدایا ہمیں
بہت دوستوں نے جتایا ہمیں
ترا طور کچھہ خوش نہ آیا ہمیں

کہے ہے ہر کوئی اللہ میرا — عجب نسبت ہے ہے بندے میں خدا میں
ملے برسوں وہی بیگانہ ہے وہ — ہنر ہے یہ ہمارے آشنا میں

عاشق و معشوق یاں آخر فسانے ہو گئے — جائے گریہ ہے جہاں لیلی کہاں مجنوں کہاں
کھا گیا اندوہ مجکو دوستانِ رفتہ کا — ڈھونڈھتا ہے جی بہت پر اب انھیں پاؤں کہاں
تھا وہ فتنہ ملنے کی گوں کب کبھی درویش کے — کیا کہیں ہم میر صاحب سے ہوئے مفتوں کہاں

رفتگانِ جہاں کے ہم بھی ہیں — ساتھ اس کارواں کے ہم بھی ہیں
وجہہ بیگانگی نہیں معلوم — تم جہاں کے ہو واں کے ہم بھی ہیں
اس سرے کی ہے پارسائی میر — معتقد اس جواں کے ہم بھی ہیں

کچھ تمھیں ملنے سے بیزار ہو میرے ورنہ — دوستی عیب نہیں ننگ نہیں عار نہیں
دل کے اولجھاؤ کو کیا تجھسے کہوں اے ناصح — توکسو زلف کے پھندے میں گرفتار نہیں

سماجت جو کی بوس لب پر تو بولا — نہیں خوب یہ مار کھانے کی باتیں
کیا سیر کل میں نے دیوان مجنوں — خوش آئیں بہت اس دوانے کی باتیں

روز اک ظلم نیا کرتے ہیں یہ دلبر اور — روز کہتے ہیں ستم ترک ہم اب کرتے ہیں
تم کہو میر کو جو چاہو کہ چاہیں ہیں تمھیں — اور ہم لوگ تو سب انکا ادب کرتے ہیں

نہ انکا ہائے ٹک یوسف کا مالک — وگرنہ مصر سب ملتا بہا میں
جیو خوش یا کوئی ناخوش ہیں کیا — ہم اپنے محو ہیں ذوق فنا میں

درویشوں سے تو ان نے ضدیں نکالیاں ہیں — ایدھر سے ہیں دعائیں اودھر سے گالیاں ہیں
ان گلرخوں کی قامت لپکے ہے یوں ہوا میں — جس رنگ سے چلکتی پھولوں کی ڈالیاں ہیں
چلتے ہیں یہ تو ٹھوکر لگتی ہے میر دل کو — چالیں ہی دلبروں کی سب سے نرالیاں ہیں

کہنے لگا کہ میر تمھیں بیچوں گا کہیں — تم دیکھیو نہ کہیو غلام اسکے ہم نہیں

میں آپ چھیڑ چھیڑ کے کھاتا ہوں گالیاں — خوش آگئی ہیں اوسکی مجھے بد زبانیاں
پیری ہے اب تو کہئے سو کیا کہئے ہمنشیں — کس رنج و غم میں گذری ہیں اپنی جوانیاں

حسرت کی جگہ ہے کہ یہ سبزان گل اندام
افتادگی پر بھی نہ چھوا دامن اودھنوں کا

نئی گردش ہے اسکی ہر زماں میں
بہت ناآشنا تھے لوگ یاں کے

دل ہے داغ جگر ہے ٹکڑے رہجاتے ہیں چپکے سے
یہ ہی سماں خوش ترکیبوں کا میرؔ نہ اپنے دل سے گیا

جائے ہے جی نجات کے غم میں
بیخودی پر نہ میرؔ کے جاؤ

رنگ شکستہ دل ہے شکستہ سر ہے شکستہ مستی میں
ٹھیریں میرؔ کسو جا گہہ ہم دل کو قرار جو ٹک آدے

دیکھہ اوسے ہو ملک سے بھی لغزش
دلبراں نقد دل کو عاشق کے

یوں ناکام رہینگے کب تک جی میں ہے اک کام کریں
شیخ پڑے محراب حرم میں برسوں سجود میں رہتے ہو

شاید کہ جان و تن کی جدائی بھی ہو قریب
تحصیل علم کرنیسے دیکھا نہ کچھہ حصول
اک نور گرم جلوہ فلک پر ہے ہر سحر

اب دیکھیں آہ کیا ہو ہم اوسے جدا ہوئے ہیں
غیرت سے نام اوسکا آیا نہیں زباں پر
اہل چمن سے کیونکر اپنی ہو روشناسی

بے عشق خوبرویاں اپنی نہیں گزرتی
عہد شباب گزرا شرب مدام ہی میں

جاتے ہیں چلے آگے سے آتے نہیں ڈھب میں
کوتاہی نہ کی دلبروں کے ہم نے ادب میں

خلل سا ہے دماغ آسماں میں
چلے ہم چار دن رہکر جہاں میں

چھاتی سراہیے اون لوگوں کی جو چاہت کو نباہیں ہیں
سوتے سے اوٹھکر آنکھیں ملتے ہیں انگڑائی جماہیں ہیں

ایسی جنت گئی جہنم میں
ہم نے دیکھا ہے اور عالم میں

حال کسو کا اپنا سا اس میخانہ میں خراب نہیں
ہوکے فقیر اوس در پر بیٹھیں اسکی بھی اب تاب نہیں

ہم تو دلکو سنبھال لیتے ہیں
جان کر اپنا مال لیتے ہیں

رسوا ہوکر مارے جاویں اوسکو بھی بدنام کریں
سجدہ اک اوس تیغ تلے کا تمسے ہو تو سلام کریں

جی کو ہے اضطراب بہت اب فراق میں
ہمنے کتابیں رکھدیں اوٹھا گھر کے طاق میں
کوئی تو ماہ پارہ ہے میرؔ اس رواق میں

بے یار و بے دیار و بے آشنا ہوئے ہیں
آگے خدا کے جب ہم محو دعا ہوئے ہیں
برسوں اسیر رہکر اب ہم رہا ہوئے ہیں

اے وائے کس بلا میں ہم مبتلا ہوئے ہیں
ہم کہنہ سال ہوکر اب پارسا ہوئے ہیں

رنگینئے زمانہ سے خاطر جمع نہ رکھ
اب میر کے اس عہد میں شاید کہ ڈھلگئی

سو رنگ بدلے جاتے ہیں یاں ایک آن میں
آگے جو رسم دوستی کی تھی جہان میں

طرفہ خوش رو دم خونریز ادا کرتے ہیں
دل کو جاتا تھا گیا رہ گیا افسانہ فقط

دار جب کرتے ہیں منہ پھیر لیا کرتے ہیں
روز و شب ہم بھی کہانی سی کہا کرتے ہیں

کہتے ہو اتحاد ہے ہم کو
آہ کس ڈھب سے روئیے کم کم
دوستی ایک سے بھی تجکو نہیں
نامرادانہ زیست کرتا تھا

ہاں کہو اعتماد ہے ہم کو
شوق حد سے زیادہ ہے ہم کو
اور سب سے عناد ہے ہم کو
میر کی وضع یاد ہے ہم کو

جو میں نہوں تو کرو ترک ناز کرنے کو
اگرچہ گل بھی نمود اوس کے رنگ کرتا ہے

کوئی تو چاہیے جی بھی نیاز کرنے کو
ولیک چاہیئے ہے منہ بھی ناز کرنے کو

خط آگیا پر اوس کا تغافل نہ کم ہوا
کہنے سے میر اور بھی ہوتا ہے مضطرب

قاصد مرا خراب پھرے ہے جواب کو
سمجھاؤں کب تک اس دل خانہ خراب کو

صبح کو اور بھی پاتا ہوں اوسے شام سے تند
وقت قتل آرزو دے دل جو لگے پوچھنے لوگ

کام کرنی ہے جو کچھ میری دعامت پوچھو
میں اشارت کی اودہر اون نے کہا مت پوچھو

ایسا کہاں ہے ہمسے جیسا کہ آگے تھا تو
گفت و شنود اکثر میرے ترے رہی ہے

اوروں سے ملکے پیارے کچھ اور ہو گیا تو
ظالم معاف رکھیو میرا کہا سُنا تو

از خویش رفتہ ہر دم رہتے ہیں ہم جو اوس بن

کہتے ہیں لوگ اکثر اسوقت تم کہاں ہو

کامل ہو اشتیاق تو اتنا نہیں ہے دُور
تلوار کے تلے ہی ہیں آنکھیں تیری اودہر

حشر دگر پہ وعدۂ دیدار کیوں نہو
تو اس ستم کا میر سزاوار کیوں نہو

ہو کوئی بادشاہ کوئی یاں وزیر ہو
دم بھر نہ ٹھہرے دلمیں نہ آنکھوں میں ایک پل
اک وقت خاص حق میں مرے کچھ دعا کرو

اپنی بلا سے بیٹھ رہے جب فقیر ہو
اتنے سے قد پہ تم بھی نہایت شریر ہو
تم بھی تو میر صاحب قبلہ فقیر ہو

جہان سجدے مین ہم نے غش کیا تھا
نہووے وصف اون بالون کا جیسے
ہے ٹک لب کہ اوس نے مار ڈالا
سنا ہے چاہ کا دعوے تمہارا

بد زبان ہو جیسے خوش اسلوب ہو
بے نقابی اوسکی ہے ہم پر ستم
چاہئیے ہے اور کچھ عاشق کو کیا
جو کہو ہو سو مخالف عقل کے

کیا ہم سے گنہگار ہی سب ہین جو موے ہین
حیرت ہے کہ ہے مدعی معرفت اک خلق
ہوگا کبھو دیوار کے سایے مین پڑا میر

اتنا کہا نہ ہم سے تمنے کبھو کہ آؤ
کیا کیا جوان ہم نے دنیا سے جاتے دیکھے
یون رفتہ اور بیخود کب تک رہا کروگے

کیا چہرے خدا نے دیئے ان خوش نظرون کو
آنکھون سے ہوئی خانہ خرابی دل ای کاش
اس باغ کے ہر گل سے چپک جاتی ہین آنکھین

لائق نہین تمھین کہ ہمین ناسزا کہو
چپکے رہے بھی چین نہین تب کبھی ہی لیو
پیغامبر تو یار و تمھین ہین کر دن دے
اب ٹھیک ٹھاک یہ عشق مین مجکو نظر نہین
ہوتے ہو بیدماغ تو دیکھو ہو ٹک ادھر

وہین شاید کہ اوس کا آستان ہو
اگر ہر مو مرے تن پر زبان ہو
کہے کچھ کوئی گر جی کی امان ہو
کہو جو کچھ کہ جیا ہو پھر یان ہو

کیا کہین جو کچھ کہ ہو تم خوب ہو
لائیے منہ پر تو وہ محجوب ہو
جان کا خواہان اگر محبوب ہو
میر صاحب تم مگر مجذوب ہو

کچھ تو پوچھو نہ اوس شوخ کے رنجش کی سبب کو
کچھ ہم نے تو پایا نہین اب تک ترے ڈھب کو
کیا کام محبت سے اس آرام طلب کو

کاہے کو یون گھر سے ہو وحشی سے بیٹھا جاو
اے عشق بیجا بادنیا ہو اور تو ہو
تم اب بھی میر صاحب اپنے تئین سنبھالو

دنیا تھا ذرا رحم بھی بیداد گردون کو
کر لیتے تبھی بند ہم ان دونون درون کو
مشکل بنی ہے آن کے صاحب نظرون کو

پر ہے یہی ہمارے کئے کی سزا کہو
لب بستہ بیٹھے کیون ہو جو ہو مدعا کہو
کیا جانون حق مین جا کے مرے اوس سے کیا کہو
ایسی مجھے برا کہو کوئی بھلا کہو
غصے ہی ہمیشہ کا ٹھکے اکثر رہا کرو

بیخودی رہتی ہے اب اکثر مجھے
مجسے کتنے جان سے جاتے رہے

حال سے میرے نہین آگاہ تو
کسکی میت کے گیا ہمراہ تو

قتل کے گئے پر غصہ کیا ہی لاش مری اٹھوا نہ دو
ایسے بہانہ طلب سے ہم بھی روز گزاری کرتے ہین

جان ہی ہم بھی جاتے رہے ہین تم بھی آؤ جانے دو
کب وعدہ کی شب آئی جوان نے کئے نہ بہانے سو

یہ سرا سونے کی جاگہہ نہین بیدار رہو
لاگ اگر دل کو نہین لطف نہین جینے کا

ہم نے کردی ہی خبر تمکو خبردار رہو
ابھی سلجھے کسی کاکل کے گرفتار رہو

کھینچنا رنج و تعب کا دوستان عادت کرو
کچھ نہ پوچھو صحبت دیرو زہ کی کم فرصتی
عشق مین اب دخل ہے نازک مزاجی کی تئین

تب کسو نا آشنا ہے مہر سے الفت کرو
جون ہی جا بیٹھے لگا کہنے انھین رخصت کرو
کوہکن کے طور سے جی توڑ کر محنت کرو

ہر چند اس متاع کی اب قدر کچھ نہین
طفلی سے تم نے لطف و غضب مختلط کئے

پر حسب کسو کے ساتھ رہو تم وفا کرو
ٹک مہر کو جدا کرو غصہ جدا کرو

بارے دنیا مین رہو غمزدہ یا شاد رہو
عشق پیچے کی طرح حسن گرفتاری ہے
ہمکو دیوانگی شہرون ہی مین خوش آتی ہے

ایسا کچھ کرکے چلو یان کہ بہت یاد رہو
لطف کیا سرو کے مانند گر آزاد رہو
دشت مین قیس رہو کوہ مین فرہاد رہو

سر پہ عاشق کے نہ یہ روز سیہ لایا کرو
کب میسر اسکے منہ کا دیکھنا آتا ہے میر

جی الجھتا ہے بہت مت بال سلجھایا کرو
پھول گل سے اپنے دلکو تم بھی بہلایا کرو

مصروف احتیاط رہا کرتے رات دن
کھا زہر رہے ہین کہین کیا زندگی ہے یہ
منہ سے لگی گلابی ہوا کچھ شگفتہ تو

وے یہین دل کے اپنے جو کچھ احتیاط رہو
زلفین اگر چھوئین تو ہمین مار مار رہو
تھوڑی سی شراب اور بھی پی تو بہار ہو

کیا کیا بہم کھسے گئے ہین رخسار یار دونو
تصویر قیس و لیلی ٹک ہاتھ لیکے دیکھو
دن ہین بڑے کبھو کے راتین بڑی کبھو کی

رہ رہ گئے ہمہ وخود آئینہ وار دونو
کیسے ہین عاشقی کے حیران کار دونو
رہتے نہین ہین یکسان لیل و نہار دونو

کام گئے ہین شوق سے ضایع صبر نہ آیا یارونکو
گردش چشم سیہ کافر سے جمع رکھو خاطر تم
کوہکن و مجنون و وامق میر آئے تھے صحبت مین

جو نہ ہووے نماز کر نئے نیاز
جینا کیا ہے جہان فانی کا
سہمے سہمے نظر پڑین ہین میر

دل کھلتا ہے وان صحبت رندانہ جہان ہو
وحشت ہے خردمندون کی صحبت سے مجھے میر

پھرے دن ہون ترے عشق مین کوچہ کوچہ
کہان زندگی مدت العمر ظالم
ہین اسباب مرنیکے سب تیرے غم مین

عاشقی جسکو لوگ کہین ہین جان سے اوسکو خصومت ہے
کیا جانے وہ مائل ہووے کب ملنے کا تمسے میر

فرصت بود و باش یان کم ہے
جھوٹھ اوس کا فسانہ نہ دو یارو
میر جی راز عشق ہوگا فاش

کہتے تو ہین نہ ہم کو اوسکی نہین طلب کچھ
کم عشق میر اوسکا مارے کہین نہ جاوین

ہم ہین مجروح ماجرا ہے یہ
آگے تھے ابتدائے عشق مین ہم
وائے بیگانگی کبھو اون نے
میر کو کیون نہ مغتنم جانے

باز رکھا بیتابی دل نے ہم سب غم کے مارونکو
سبھو کھا پیا سا مار رکھا ہے ہم سے اکن ہزارونکو
منہ ہم نے نہ لگایا لیکن ایسے ہرزہ کارونکو

آدمی چاہیئے کہ رہے کچھ تو
مرتے جاتے ہین کچھ مرے کچھ تو
اوسکے اطوار سے ڈرے کچھ تو

ہین خوش ہون اوسی شہر سے میخانہ جہان ہو
آن جا رہونگا وان کوئی دیوانہ جہان ہو

مگر کوچہ گردی سے الفت ہے مجکو
ترے عشق مین دم غنیمت ہے مجکو
حیا اب تلک کیونکہ حیرت ہے تجکو

ہو جاوے جو تمکو کسو سے تا مقدور چھپاتے رہیو
قبلہ و کعبہ اوسکی جانب اکثر آتے جاتے رہیو

کام جو کچھ کرو شتاب کرو
ہم خرابون کو مت خراب کرو
چشم ہر لحظہ مت پر آب کرو

پیر جی اوسی کو اپنے ڈھونڈھے ہے ڈھب نہین کچھ
جلدی مزاج مین ہے اس سے عجب نہین کچھ

وہ نمک چھڑکے ہے مزا ہے یہ
اب ہووے خاک انتہا ہے یہ
نہ کہا یہ کہ آشنا ہے یہ
اگلے لوگون مین اک رہا ہے یہ

ہم سے کچھ آگے زمانے مین ہوا کیا کیا کچھ / تو بھی ہم غافلون نے آکے کیا کیا کیا کچھ

کیا کہون تجسے کہ کیا دیکھا ہے تجھمین مینے / عشوہ و غمزہ و انداز و ادا کیا کیا کچھ

قبلہ و کعبہ خداوند ملاذ و مشفق / مضطرب ہو کے ادسے مین نے لکھا کیا کیا کچھ

ایک محروم چلے میر ہمین عالم سے / ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ

شرم کرنی تھی مرا سر کاٹکر / سو تو اون نے ادہ ٹیڑھی کی کلاہ

ہر منت خاک پر یان اک چاہیئے تامل / بے سوچے راہ مت چل ہر گام پر خطارہ

شاید کہ سر بلندی ہووے نصیب تیرے / جون گرد راہ سب کے پاؤن سے تو لگارہ

جب ہوش مین تو آیا اودھر ہی جاتی پایا / اس سے تو میر چندے اوس کو چپ ہی مین چارہ

نہ بالین کرو سر گرانی کے ساتھ / مری زیست ہے مہربانی کے ساتھ

ہے تمنائے وصال اوسکی مری جان کیساتھ / جان ہی جائیگی آخر کو اس ارمان کیساتھ

مین تو لڑکا نہین جو بالے بتاؤ مجکو / یہ فریبندگی کریے کسو نادان کے ساتھ

آدمیت ہے تمھین میر ہو کیونکر بہرہ / تم نے صحبت نہین رکھی کبھو انسان کیساتھ

انکھین جو ہون تو مین ہے مقصود ہر جگہہ / بالذات ہے جہان مین وہ موجود ہر جگہہ

واقف ہو شان بندگی سے قید قبلہ کیا / سر ہر جگہ جھکیگا کہ ہے مسجود ہر جگہہ

ہین دلی لکھنو کے خوش اندام خوب لیک / راہ وفا و مہر ہے مسدود ہر جگہہ

سودا اسے عاشقی مین توجی کا زیان ہے / پھرتے ہین میر ڈھونڈھتے ہی سود ہر جگہہ

جانے دے مت اسقدر اب زلف و خط و خال دیکھ / حال تجمین کچھ بھی ہے اسے میر اپنا حال دیکھ

دامن صحرا مین کیا وسعت ہے جو دل مین نہین / موند کر آنکھین گریبان مین کبھی ٹک سر ڈال دیکھ

گرچہ اوس مہ کی جدائی مین مجھے برسون ہوے / لیکن ہے اختر شناس اب کی ہے کیسا سال دیکھ

ٹھوکرین لگتی ہین دل کو جب چلے ہے راہ تو / میر خرام ناز ہے ظالم ٹک اپنی چال دیکھ

دیکھ اوسکو مجکو یارون نے حیران ہو کہا / کس ڈھب سے لگ گیا ہے یہ گوہر گدا کے ہاتھ

دل کی گرہ نہ ناخن تدبیر سے کھلی / عقدہ کھلے گا میر یہ مشکلکشا کے ہاتھ

دیکھ تو دل کہ جان سے اوٹھتا ہے
یہ دھوان سا کہان سے اوٹھتا ہے

یون اوٹھے آہ اوس گلی سے ہم
جیسے کوئی جہان سے اوٹھتا ہے

دلی مین ابکی آکر اون یارون کو نہ دیکھا
کچھ وے گئے شتابی کچھ ہم بدیر آئے

گئے جی سے چھوٹے بتون کی جفا سے
یہی بات ہم چاہتے تھے خدا سے

وہ اپنی ہی خوبی پہ رہتا ہی نازان
مرو یا جیو کوئی اوسکی بلا سے

جگر سوے مژگان کھنچا جای ہی کچھ
مگر دیدہ تر ہین لوہو کے پیاسے

نہ شکوہ شکایت نہ حرف و حکایت
کہو میر جی آج کیون ہو خفا سے

برنگ بوے گل اس باغ کے ہم آشنا ہوتے
کہ ہمراہ صبا ٹک سیر کرتے پھر ہوا ہوتے

سراپا آرزو ہونے نے بندہ کر دیا ہم کو
وگرنہ ہم خدا تھے گر دل بے مدعا ہوتے

بات احتیاط سے کر ضائع نہ کر نفس کو
یہ تیرگی دل ہے مانند شیشہ دم سے

ترے کوچے کے شوق طوف مین جیسے بگولا تھا
بیابان مین غبار میر کی ہم نے زیارت کی

شرط سلیقہ ہے ہر اک امر مین
عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے

عاقبت فرہاد مر کر کام اپنا کر گیا
آدمی ہووے کسو پیشہ مین جرات چاہئے

عشق مین وصل و جدائی سے نہین کچھ گفتگو
قرب و بعد اس جا برابر ہے محبت چاہئے

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمایش سراب کی سی ہے

نازکی اوسکے لب کی مت پوچھو
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

بار بار اوسکے در پہ جاتا ہون
حالت اب اضطراب کی سی ہے

مین جو بولا کہا کہ یہ آواز
اوسی خانہ خراب کی سی ہے

میر اون نیم باز آنکھون مین
ساری مستی شراب کی سی ہے

جب نام ترا لیجئے تب چشم بھر آوے
اس زندگی کرنے کو کہان سے جگر آوے

دل عجب جاے ہے و لیکن مفت
ہاتھ سے یہ مکان جاتا ہے

میر تو عمر طبعی کو پہونچا
عشق مین جون جوان جاتا ہے

اوسکے ایفاے عہد تک نہ جیے
اسی تقریب اوس گلی مین رہے
زور و زر کچھ نہ تھا تو بارے میر

لاعلاجی ہے جو رہتی ہے مجھے آوارگی
کیسی کیسی صحبتین آنکھون کے آگے سے گئین

ہم ہوے تم ہوے کہ میر ہوے

تجھ بن خراب خستہ زبون خوار ہوگئے
جیسے ہین دے کہ جیتے ہین صد سال ہم تو میر

کچھ موج ہوا پیچان اے میر نظر آئی
دلی کے نہ تھے کوچے اوراق مصور تھے

باہم سلوک تھا تو اوٹھاتے تھے نرم گرم

جنون کا عبث میرے مذکور ہے
کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے
تمنا ہے دل کے لئے جان دی
بہت سعی کریے تو مر رہیے میر

اک تمھارے ہونٹھ کے ہلنے پر یان ہوتا ہے حکم
رات دارو پیجئے غیرون مین بے لیت و لعل

سجدہ کرنے مین سر کٹتے ہے جہان
میر عمداً بھی کوئی مرتا ہے

ہم نے جانا تھا سخن ہونگے زبان پر کتنے
تو ہے بیچارہ گدا میر ترا کیا مذکور

ہر دم قدم کو اپنے رکھ احتیاط سے یان

عمر نے ہم سے بیوفائی کی
منتین ہین شکستہ پائی کی
کس بھروسے پہ آشنائی کی

کیجئے کیا میر صاحب بندگی بیچارگی
دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہوگیا یکبارگی

اوسکی زلف دراز کے سب اسیر ہوے

کیا آرزو تھی ہم کو کہ بیمار ہوگئے
اس چار دن کی زیست مین بیزار ہوگئے

شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی
جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

کیا ہے کو میر کوئی دبے جب بگڑ گئی

جوانی دوانی ہی مشہور ہے
زمین سخت ہے آسمان دور ہے
سلیقہ ہمارا تو مشہور ہے
بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

اتنی اتنی بات جو ہووے تو مانا کیجئے
یان سحر سر دکھنے کا ہم سے بہانا کیجئے

سو ترا آستان ہے پیارے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

پر قلم ہاتھ جو آے لکھے دفتر کتنے
مل گئے خاک مین یان صاحب افسر کتنے

یہ کارگاہ ساری دکان شیشہ گر ہے

پھوٹتا ان پوچھیں نہ تک ہجراں میں گر مر جائیے
اب کہو اس شہر ناپرساں سے کیدھر جائیے
بعد طوف قیس ہو جے زائر فرہاد بھی
دشت سے اٹھیے تو کوہستاں میں مقرر جائیے
شوق تھا جو یار کے کوچے ہمیں لایا تھا میر
پاؤں میں طاقت کہاں اتنی کہ اب گھر جائیے

غالب کہ یہ دل خستہ شب ہجر میں مر جائے
یہ رات نہیں وہ جو کہانی میں گزر جائے
نے بتکدہ ہے منزل مقصود نہ کعبہ
جو کوئی تلاشی ہو ترا آہ کدھر جائے
اس ورطے سے تختہ جو کوئی پہنچے کنارے
تو میر وطن میرے بھی شاید یہ خبر جائے

جم گیا خون کف قاتل پہ ترا میر زبس
اون نے رو رو دیا کل ہاتھ کو دھوتے دھوتے

بنائیں رکھیں ہیں نے عالم میں کیا کیا
ہوں بندہ خیالات باطل کا اپنے

جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مر گئے
اکثر ہمارے ساتھ کے بیمار مر گئے
یوں کانوں کان گل نے نہ جانا چمن میں ہائے
سر کو پٹک کے یوں پس دیوار مر گئے
صد کاروان وفا ہے کوئی پوچھتا نہیں
یعنی متاع دل کے خریدار مر گئے
مجنوں نہ دشت میں ہے نہ فرہاد کوہ میں
تھا جن سے لطف زندگی وہ یار مر گئے
گھبرا نہ میر عشق میں اس تنگ زیست پر
جب بس چلا نہ کچھ تو مرے یار مر گئے

یہ کہیے کیونکہ کہ خوباں سے کچھ نہیں مطلب
لگے جو پھرتے ہیں ہم کچھ تو مدعا بھی ہے
اودا سیاں تجھیں مری خانقہ میں قابل سیر
صنم کدے میں تو ٹک آ کے دل لگا بھی ہے
کہاں تلک شب و روز آہ درد دل کہیے
ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے
ہوس تو دل میں ہمارے جگہ کرے لیکن
کہیں ہجوم سے اندوہ غم کے جا بھی ہے

در پے خون میر کے نہ رہو
یہ ہی جانتا ہے جرم آدم سے

جو سوچے ٹک تو وہ مطلوب ہم ہی نکلے میر
خراب پھرتے تھے جسکی طلب میں مدت سے

جس جگہ دور جام ہوتا ہے
واں یہ عاجز مدام ہوتا ہے
میر صاحب بھی اسکے ہاں تھے پر
جیسے کوئی غلام ہوتا ہے

رکھیو قدم سنبھل کے کہ تو جانتا نہین
لبریز جسکے حسن سے مسجد ہے اور دیر

مانند نقش پا یہ سر راہ کون ہے
ایسا بتون کے بیچ وہ اللہ کون ہے

دیکھا کر دن تجھی کو منظور ہے تو یہ ہے
نزدیک تجھسے سب ہے کیا قتل کیا جلانا

آنکھین نہ کھولون تجھ بن مقدور ہی تو یہ ہے
ہم غمزدون سے ملنا اک دور ہے تو یہ ہے

ونا آتا ہے دمبدم شاید
کسو حسرت کی دل سے رخصت ہے

تلوار آپ کھینچیے حاضر ہے یان بھی سر
دو حرف اوسکے منہ کے تو لکھ بھیجیو شتاب

بس عاشقی کی ہم نے جو مرنے سے ڈر گئے
قاصد چلا ہے چھوڑ کے تو جان بلب مجھے

نہین وسواس جی گنوانے کے
میرے تغیر حال پر مت جا
دم آخر ہی کیا نہ آنا تھا
اس کدورت کو ہم سمجھتے ہین

ہائے رے ذوق دل لگانے کے
اتفاقات ہین زمانے کے
اور کبھی وقت تھے بہانے کے
ڈھب ہین یہ خاک مین ملانے کے

ترتیبا نقش پاے ناقہ پر جانے ہے اک مجنون
طرف ہونا مرا مشکل ہے میر اس شعر کے فن مین

بیابان مین وہ لیلی کا کدھر محمل ہی کیا جانے
یونہی سودا کبھو ہوتا ہے سو جاہل ہی کیا جانے

فکر معاش یعنی غم زیست تا بہ کے
تم نے جو اپنے دل سے بھلایا ہمین تو کیا
پہونچا تو ہوگا سمع مبارک مین حال

مر جائیے کہین کہ ٹک آرام پائیے
اپنے تئین تو دل سے ہمارے بھلائیے
اسیر بھی جی مین آئے تو دل کو لگائیے

اک شخص مجھی سا تھا کہ وہ تجھ پہ تھا عاشق
یہ کہکے جو رو دیا تو لگا کہنے نہ کہہ میر

وہ اوسکی وفا پیشگی وہ اوسکی جوانی
سنتا نہین مین ظلم رسیدون کی کہانی

بیمہر و وفا ہے وہ کیا رسم وفا جانے
دل دھڑکے ہی جاتی کچھ بتخانے سے کعبے کو
ناصح کو خبر کیا ہے لذت سے غم دل کی
بیچلے وہ میر اوسکی دروازے کی مٹی بھی

الفت سے محبت سے مل بیٹھنا کیا جانے
اس راہ مین پیش آوے کیا ہمکو خدا جانے
ہے حق بطرف اوسکے چکھے تو مزا جانے
اس درد محبت کی جو کوئی دوا جانے

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لئے
ہر اک چیز سے دل اوٹھا کر چلے

جبین سجدہ کرتے ہی کرتے گئی
حق بندگی ہم ادا کر چلے

نہ دیکھا غم دوستان شکر ہے
ہمین داغ اپنا دکھا کر چلے

کہین کیا جو پوچھے کوئی ہمسے میر
جہان مین تم آئے تھے کیا کر چلے

کوئی ہو محرم شوخی ترا تو مین پوچھون
کہ بزم عیش جہان کیا سمجھ کے برہم کی

ہمین تو باغ کی تکلیف سے معاف رکھو
کہ سیر وگشت نہین رسم اہل ماتم کی

مصائب اور تھے پر دل کا جانا
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

سرھانے میر کے آہستہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

اب چھیڑ یہ رکھی ہے کہ عاشق ہے تو کہین
القصہ خوش گزرتی ہے اوس بدگمان سے

داغون سے ہے چمن جگر میر دھر مین
اون نے بھی گل چنے بہت اس گلستان سے

غم سے یہ مین نے راہ نکالی نجات کی
سجدہ اوس آستان کا کیا پھر وفات کی

اب جسکے حسن خلق پہ بھولے پھرے ہین لوگ
اوس بیوفا سے ہم بھی بہت آشنا رہے

آتے کبھو جو وان سے تو یان رہتے تھے اداس
آخر کو میر اوسکی گلی ہی مین جا رہے

گرداب وار یار ترے صدقے جائیے
دریا کا پھیر پائیے تیرا نہ پائیے

آئے ہین تنگ جان سے قید حیات مین
اس بند سے ہمارے تئین اب چھڑائیے

گل گئے گلشن گئے جلتے گئے برہم گئے
کیسے کیسے ہائے اپنے دیکھتے موسم گئے

ہنستے رہتے تھے جو اس گلزار مین شام و سحر
دیدہ ترساتھ لے وے لوگ جون شبنم گئے

ربط صاحب خانہ سے مطلق بہم پہونچا نہ میر
مدتون سے ہم حرم مین تھے پہ نامحرم گئے

کچھ کرو فکر مجھ دوانے کی
دھوم ہے پھر بہار آنے کی

تیز یونہی نہ تھی شب آتش شوق
تھی خبر گرم اوسکے آنے کی

آزاردہ دلون کا جیسا کہ تو ہے ظالم
دیوار سے پٹک سر مین جو ہوا تو بولا

اگلے زمانے ہی مین کیا یار ایسے ہی تھے
کچھ اس ستم زدہ کے آثار ایسے ہی تھے

لطف پر اوسکے ہمنشین مت جا
شیب مین فائدہ تحمل کا

کبھو ہم پر بھی مہربانی تھی
سو جیتا تب تھا جب جوانی تھی

ہاے کس حسرت سے شبنم نے سحر رو کر کہا
کل جو ہم کو یاد آیا باغ مین قد یار کا

خوش رہو اے ساکنان باغ اب تو ہم چلے
خوب رو مے ہر نہال سبز کے سایے تلے

اُس شوخ ستمگر کو کیا کوئی بھلا چاہے
کعبے گئے کیا کوئی مقصد کو پہونچتا ہے
ہم عجز سے پہونچے ہین مقصود کی منزل کو
ہم میر ترا مرنا کب چاہتے تھے لیکن

جو چاہنے والے کا ہر طور برا چاہے
کیا سعی سے ہوتا ہے جب تک نہ خدا چاہے
کہہ خاک مین ملجاوے جو اس سے ملا چاہے
رہتا ہے ہوے بن کب جو کچھ کہ ہوا چاہے

انکھڑیون کو اوسکی خاطر خواہ ہو کر دیکھیے
سو طرف جب دیکھ لیجیے تب ٹک ادھر دیکھیے

سائل بوسہ سبب سے گئے محروم
ایک حاضر جواب ہے وہ بھی

مقدور تک تو ضبط کرون ہون پہ کیا کرون
کیا جانے چشم تر سے اودھر دل پہ کیا ہوا

منہ سے نکل ہی جاتی ہے اک بات پیار کی
کسکو خبر ہے میر سمندر کے پار کی

وہ رابطہ نہین وہ محبت نہین رہی
پیدا کہان ہین ایسے پراگندہ طبع لوگ

اوس بیوفا کو ہم سے اب الفت نہین رہی
افسوس تمکو میر سے صحبت نہین رہی

برسون ہوے گئے ہوئے اوس مہ کو بام سے
سمجھو اوس وہان تنگ گئے ہین کوئی کچھ کہو

کاہش مجھے جو ہے وہی ہوتی ہے شام سے
رہتا ہے ہمکو عشق مین کام اپنے کام سے

تعارف کیا رہا اہل چمن سے
پھر آنا کعبے سے اپنا نہ ہوگا

ہوئی اک عمر مین اپنی رہائی
اب اوسکے گھر کی ہمنے راہ پائی

اب جا کسو درخت کے سایے مین بیٹھیے
شاید کہ آج رات کو تھیے میکدے مین میر

اسطور پھیریے کب تئین بے برگ و ساز سے
کھیلے تھا ایک غنچہ پھر نماز سے

ہم مست ہی ہو دیکھا آخر مزا نہین ہے
ہشیاری کے برابر کوئی نشا نہین ہے

تھین بیش از آشنائی کیا آشنا لگا ہین
اب آشنا ہوئے پر آنکھ آشنا نہین ہے

زیر فلک رکے ہے اب جی بہت ہمارا
اس بے فضا قفس مین مطلق ہوا نہین ہے

کریے جو ابتدا تو تا حشر حال کہیے
عاشق کی گفتگو کو کچھ انتہا نہین ہے

ہین روؤن تم ہنسو ہو کیا جانو میر صاحب
دل آپ کا کسو سے شاید لگا نہین ہے

ہے وہ فتنہ ہم حریف وہم ظریف
جی ہی جانے کا نہین کڑھنا فقط

مار ہے گالی ہے پھر منت بھی ہے
اوسکے در سے جانیکی حسرت بھی ہے

کعبے مین جان بلب تھے ہم دوریٔ بتان سے
آئے ہین پھر کے یارو اب کی خدا کے ہان سے

خاموشی ہی میں ہمنے دیکھی ہے مصلحت اب
ہر اک سے حال دل کا مدت کہا زبان سے

اتنی بھی بد مزاجی ہر لحظہ میر تم کو
اولجھاؤ ہے زمین سے جھگڑا ہے آسمان سے

شوق ہے کعبہ کا لیکن سوچ ہے
کیا ہے منہ جوا اوسکے در پر جائیے

نہیں کچھ کام واعظ ہمکو خط و خال خوبان سے
خدا نے دیکھنے کی لت سی آنکھون کو لگا دی ہے

نہ کٹتی ٹک ہماری اُس بت بدخو کی الفت میں
ہمین جب اوس نے گالی دی ہی تب ہمنے دعا دی ہے

جاکے وہ منہ اک اور منہ سے ملا
دہر کا ہو گلہ کے شکوۂ چرخ

چند در چند یہ حکایت ہے
اوس ستمگر ہی سے کنایت ہے

دلون کو کہتے ہین ہوتی ہے راہ آپسمین
طریق عشق بھی عالم سے کچھ نرالا ہے

ہزار بار گھڑی بھر مین میر مرتے ہین
انہون نے زندگی کا ڈھب عجب نکالا ہے

برسون ٹک جی کو مار رہا ہے
کم نہین لذت ہم آغوشی

رات دن ہم امیدوار رہے
سب مزے میر در کنار رہے

خدا کرے مرے دلکو ٹک اک قرار آوے
کہ زندگی تو کرون جب تلک کہ یار آوے

ہمین تو ایک گھڑی گل بغیر دو بھر ہے
خدا ہی جانے کہ اب کب تلک بہار آوے

نہین ہے چاہ بھلی اتنی بھی دعا کر میر
کہ اب جو دیکھون اوسے مین بہت نہ پیار آوے

قصر و مکان و منزل ایکون کو سب جگہ ہے
دروازے سے لگے ہین تصویر سے کھڑے ہین

گر کہا ناکام ملنے کو کبھی
بزم مین پوچھا تو یون انجان ہو

خوار پھرایا گلیون گلیون سرماری دیوارون سے
شور کیا جو مین نے شبانگہ بیتابی سے دکھی بہت

عہد شباب کی تو فرصت ہے ایک چشمک
مرزائی نظر مین بھی دل سے نہ گئی میری

غیرت عشق کسو وقت بلا تھی ہم کو
اب تو بیتابی دل نے ہمین ہٹلا ہی دیا

اللہ رے کیا دمک ہے آدم کے حسن مین بھی
گذرے ہے لمعان صرصر عالم سے بے تامل

دیر سے ہم کو بھول گئے ہو یاد کرو تو بہتر ہے
پہونچا ہون مین دوری سے مرنیکے نزدیک آخر تو
جو کروگے تم حقمین میرے خوبی ہی میری اسی مین ہین

صبر کر رہ جو وہ عتاب کرے

اے کاش قیامت مین پھر یون لیوے عاشق کو
معشوقون کی گرمی بھی اے میر قیامت ہے

ہم رکھ کر دشطرنج ہی کی بازی کا

موسم ہے نکلے شاخون سے پتے ہرے ہرے
آگے کسو کے کیا کرین دست طمع دراز
مرتا تھا مین تو باز رکھا مرنے سے مجھے

ایکون کو جا نہین ہے دنیا عجب جگہ ہے
وارفتگان کو اوسکے مجلس مین کب جگہ ہے

تو یہ کہتا ہے کہ مجکو کام ہے
میر ان لوگون مین کس کا نام ہے

کیا کیا اون نے سلوک کیئے ہین شہر کی عزت دارونے
کہنے لگا جی تنگ آیا ان مہر و وفا کے مارون سے

مژگان ہم زدن مین جاتی رہی جوانی
چہرے کے رنگ اپنی چادر ہے زعفرانی

تھوڑی آزردگی مین ترک وفا کرتے تھے
آگے رنج و تعب عشق اٹھا کرتے تھے

اچھی لگی نہ ہمکو خوش صورتی پری کی
افسوس میر تم نے کیا سیر سرسری کی

غم حرمان کا کب تک کھینچین شاد کرو تو بہتر ہے
قید حیات سے بندے کو آزاد کرو تو بہتر ہے
داد کرو تو بہتر ہے بیداد کرو تو بہتر ہے

ورنہ کیا جانے کیا خطاب کرے

گر حسن عمل کی وان لوگونکو جزا دین گے
چھاتی بن گلے لگ کر اور آگ لگا دینگے

نہ میر بار ہے خاطر کا یار شاطر ہے

بوٹے چمن مین پھولون سے دیکھے بھری بھری
وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھری دھری
یہ کہہ سکے کوئی ایسا کرے ہے اری اری

چلو چمن مین جو دل کھلے ٹک ہم غم دل کہا کرینگے
وصال خوبان نہ کر تمنا کہ زہر شیرین لبی ہی اونکی

آگے بھی شوخی ہمسے کنایو مین چپ نہ تھے ہم
ہر چند دست بیج جوانان ہو تمین وے

کوئی نہ ہمکو جانے تھا ایسے بھی گمنام آگے ہم
پاس ہی رہنا اکثر اوسکے میر سبب تھا جینے کا

خواہش دل سی جی کی تاب گئی
بوے گل یا نواے بلبل تھی

پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
آگے اوس متکبر کی ہم خدا خدا کیا کرتے ہین
چارہ گری بیماری دل کی رسم شہر حسن نہین
مہر و وفا و لطف و عنایت اک نہین واقف انمین سے

حسرتین اوسکی سر پٹکتی ہین
مین جو کہتا تھا تو ہی کر یو قتل

عالم عالم عشق و جنون ہے دنیا دنیا تہمت ہے
صبح سے آنسو نومیدانہ جیسے وداعی آتا ہی
کیا دلکش ہی بزم جہان کی جاتی یان سے جسے دیکھو

آنکھون کی طرف گوشے کی در پردہ نظر
تجسا تو سوار ایک بھی محبوب نہ نکلا

کہو تو کب تئین یون ساتھ تیرے پیار رہے
ادا و ناز سے دل لیچلا تو ہنسکے کہا
نہ کریے گریہ بے اختیار ہر گز میر

طیور ہی سی بکا کرینگے گلو نکے آگے بکا کرینگے
خراب و رسوا جدا کرینگے ہلاک ہلکر جدا کرینگے

مشکل ہی اب برا لگے کہنے زبان سی بھی
اک اعتقاد رکھتا ہون پیر مغان سے بھی

ہمین عشق سے رسوا ہو کر شہر و نمین مشہور رہو ہے
پہونچگئے مرنیکے نزدیک اوس سے جو ٹک دور رہو ہے

آنکھیں اوس سے لگین سو خواب گئی
عمر افسوس کیا شتاب گئی

جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے
کب موجودہ خدا کو وہ مغرور خود آرا جانے ہے
ورنہ دلبر نادان بھی اس درد کا چارہ جانے ہے
اور تو سب کچھ طنز و کنایہ رمز و اشارا جانے ہے

مرگ فرہاد کیا کیا تو نے
میر کا سو کہا کیا تو نے

دریا دریا روتا ہو تمین صحرا صحرا وحشت ہے
آج کسو خواہش کی شاید دل سی ہماری رخصت ہے
وہ غمدیدہ رنج کشیدہ آہ سراپا حسرت ہے

کچھ یار کے آنیکی مگر گرم خبر ہے
جس دلبر خود کام کو دیکھا سو نفر ہے

کہ دیکھا جب تجھے تب جی کو مار رہے
کہ میرے پاس تمھاری بھی یادگار رہے
جو عشق کرنے مین دلبر کچھ اختیار رہے

جور اوس سنگدل کے سب نہ کھچے
کوہکن کیا پہاڑ کاٹے گا
نسبت اوس آستان سے کچھ نہوئی

جو لوگ چلتے پھرتے یان چھوڑ کر گئے تھے
سر دے دے مارتے ہین ہجر انکین میر صاحب

کہا جو سہ دے کر سفر جب چلا
شب وصل تھی یا شب تیغ تھی

خواہش دل کی کس سے کہیے محرم تو نا پیدا ہے
ہیں متوقع پرسش اوسکے ہم جو گرے ہین بستر پہ

دونوں طرف سے دیدہ ورانی نہین ہے خوب
رہنا گلی میں اوسکی نہ جیتے جی ہو سکا

یہ یہ بلائیں سر پہ ہیں تو آج موسے کل دوسرا دن
کہنا جو کچہ جس سے ہو گا سامنے میرا کہا ہو گا

تیرے بندے ہم ہیں خدا جانتا ہے
نہیں عشق کا درد لذت سے خالی
مجھے جانے ہے آپ سا ہی فریبی
گہے زیر برقع گہے گیسوؤں مین
جفا اونپہ کرتا ہے حد سے زیادہ
نہیں اتحادِ تن جان سے واقف
جہاں میر عاشق ہوا خوار ہی تھا

کیا کیا تمنے فریب کئے ہیں سادگی مین دل لینے کو
چاہت یہ دگ برا ہے جی کا میر اس سے پرہیز بھلا

عمر نے سخت بیوفائی کی
عشق نے زور آزمائی کی
برسون تک ہم نے جبہ سائی کی

دیکھا نہ اب کی اونکو آئے جو ہم سفر سے
یارب چھڑا تو اونکو چاہت کے دردسر سے

کہ میری بھی یہ یادگاری رہے
کہ لڑتے ہی وہ رات ساری رہے

چپ ہین کچھ کہہ سکتے نہین پر دل مین ہماری کیا کیا ہے
رہنا اس بدحالی ہی مین حق مین ہمارے اچھا ہے

اس چاہ کا ہے لطف جو آپسمین ڈر رہے
ناچار ہو کے وان جو گئے اب سو مر رہے

یاری ہوئی بیماری ہوئی دردسی ہوئی تنہائی ہوئی
بات نہ دل مین پھر گئی ہو گی منہ پر میری آئی ہوئی

خدا جانے تو ہم کو کیا جانتا ہے
جسے ذوق ہے وہ مزا جانتا ہے
دعا کو بھی میری دغا جانتا ہے
غرض خوب وہ منہ چھپا جانتا ہے
جنھین یار اہل وفا جانتا ہے
ہمین یار سے جو جدا جانتا ہے
یہ سودائی کب دل لگا جانتا ہے

ٹیڑھی کر کے کلاہ آتے تھے سے ناخوردہ ماتے تھے
اگلے لوگ سنا ہے ہم نے دل نہ کسو سے لگاتے تھے

ہین گھر جہاں مین اپنے لڑکون کے سے بنائے
صوم و صلوٰۃ یکسو میخانے مین جو ہم تھے

بہت نا مہربان رہتا ہے یعنی
ہمین جس جا پہ کل غش آگیا تھا

اوس مرے نو بادہ گلزار خوبی کے حضور
گھر مین جی لگتا نہین اوس بن تو ہم ہوکر اوداس
ایکدن موے دراز اوسکے کہین دیکھے تھے ہم
دشمنی سے سایہ عاشق کو جو مارے ہے تیر

مایوس ہی رہتے ہین بیمار محبت کے
آنا ادھر اس بت کا کیا میر کشش سے ہے

کب وعدہ کی رات آئی جو اپسمین نہ لڑائی ہوئی
گرچہ نظر ہے پشت پا پر لیکن قہر قیامت ہے

ہے شرارت کا وقت عہد شباب
گھر کو اوسکے خراب ہی دیکھا
بات کا ہم سے انکو کب ہے دماغ

سہرے ہے گہا تک پڑتین آنسوون کے چھہر کی بیر
وس سے تو عہد و قرار کچھ بھی نہین درمیان
گیسو و رخسار یار آنکھون ہی مین پھرتے ہین ہم

جب چاہا تب مٹایا بنیاد کیا جہان کی
آواز بھی نہ آئی کانون مین یان لے ذان کی

ہمارے حال پر کچھ مہربان ہے
وہین شاید کہ اوسکا آستان ہے

اور خوبان جوں خزان کے گل ہین مرجھائے ہوئے
دور جاتے ہین نکل ہجران سے گھبرائے ہوئے
ہین گلے کے ہار اب وے بال بل کھائے ہوئے
اوس کمان ابرو کے جا کر میر ہمسائے ہوئے

اس درد کی مدت تک ہمنے بھی دوا کی ہے
ہو موم جو پتھر تو تائید خدا کی ہے

آخر اوس اوباش نے مارا رہتی نہین ہے آئی ہوئی
گڑ جاتی ہے دلمین ہماری آنکھ اوسکی شرمائی ہوئی

ہم لڑکپن ہی مین شہرہ ہوے
جسکے یہ چشم و دل شہیر ہوے
میر درویشی مین امیر ہوے

گریہ گلے کا یہ ہار دیکھیے کب تک رہے
دل ہے مرا بیقرار دیکھیے کب تک رہے
میر یہ بلبل و نہار دیکھیے کب تک رہے

موقوف ہم میر کہ شب ہو گئی ہمدم
کل رات کو پھر باقی یہ افسانہ کہین گے

تمام شد

التماس مولف

اکثر قدر دانان سخن نے حضرت میر تقی میر کے کلام کے انتخاب کی ضرورت
کو تسلیم کیا ہے موصوف خود اوسکی تائید مین فرماتے ہین ؎

اشعار میر سب نے چن چن کے لکھ لئے ہین
رکھین گے یاد ہم بھی کچھ بیتین چیدہ چیدہ

حضرت غالب نے بھی ایک انتخاب فرمایا تھا جس کا ضائع ہو جانا
اپنے ایک رقعہ مین تحریر فرماتے ہین - دیگر حضرات نے بھی اپنے
مذاق کے موافق اچھے اچھے انتخاب کئے لیکن اون کی قیمتین باعتبار
ضخامت اسقدر زاید رکھی ہین کہ عوام خریداری سے محروم رہجاتے
ہین بلکہ بعض وجوہ سے پوری کتاب کی خریداری کو ترجیح دیتے ہین
اس خاکسار نے نہایت کوشش و جانفشانی سے یہ انتخاب مرتب کیا ہے
اور قیمت صرف تین آنہ رکھی ہے تاکہ ہر شخص اس سے فائدہ اوٹھا سکے
اس انتخاب کی غرض ان پاکیزہ خیالات کی اشاعت و حفاظت ہے
کہ تجارت و شہرت فقط

خادم شعرا

فضل اللہ